ناولٹ

اس سے ملنا ہمیں

نگہت عبداللہ

اس تپتی دوپہر میں پتا نہیں کون آیا تھا۔ کال بیل کی تیز آواز پر میں جھنجلا کر اٹھی اور سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی نیچے آکر گیٹ کھولا تو سامنے ٹشی کو دیکھ کر مارے خوشی کے میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔

"ٹشی! ٹشی! یہ تم ہو؟" اسے اندر کھینچ کر میں اس سے لپٹ گئی۔ "کہاں چلی گئی تھیں تم؟ کوئی اتا پتا نہیں چھوڑا۔ ایمان سے اتنا یاد کرتی تھی میں تمہیں۔"

"جب ہی تو آگئی ہوں، بلکہ تمہاری محبت کھینچ لائی ہے مجھے۔" وہ مجھ سے الگ ہو کر بولی۔

"بالکل ٹھیک، آؤ اوپر چلو۔" میں اسے لے کر اوپر آئی تو وہ جو گیٹ سے لے کر میرے کمرے میں آنے تک ایک ایک قدم پر حیران ہو رہی تھی بیٹھتے ہی پوچھنے لگی۔ یہ سب کیا ہے۔ نیچے اسکول کا بورڈ لگا ہے اور۔"

"بس ابو کے بعد سب کچھ بدل گیا۔ تم آرام سے بیٹھو میں ٹھنڈا لے آؤں اتنی دھوپ میں آرہی ہو۔"

میں مختصر جواب دے کر کمرے سے نکل آئی اور کیونکہ میں خود اس کے بارے میں جاننے کو بے چین تھی۔ اس لیے جلدی سے اسکوائش بنا کر واپس کمرے میں آئی تو وہ گم صم بیٹھی تھی۔

"کہاں کھو گئیں؟" میں نے گلاس بھر کر اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا تو چونکنے کے ساتھ اس کے سینے سے گہری سانس خارج ہوئی اور میرے ہاتھ سے گلاس لے کر پوچھنے لگی۔

"تمہارے ابو کو کیا ہوا تھا؟ وہ تو بہت اچھے تھے۔ بہت ینگ اسمارٹ سے۔"

"ہاں یار! بالکل اچھے بھلے تھے۔ بس ایک رات اچانک سینے میں درد ہوا اور ہاسپٹل جانے تک تھے ہی نہیں۔"

"بہت دکھ ہوا تم اور امی۔۔۔۔ ارے ہاں امی کہاں ہیں؟" اس نے ایک دم امی کا خیال آنے پر پوچھا۔

"سو رہی ہیں۔ اسکول میں مغز ماری کر کے تھک جاتی ہیں نا۔" میں نے کہا تو وہ خاموش ہی ہو کر مجھے دیکھے گئی۔ تب میں خود ہی وضاحت کرنے لگی۔

"ابو کے بعد کچھ عرصہ تو ہم نے بہت مشکل میں گزارا کیونکہ آمدنی کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ پھر ماموں جی کے مشورے پر امی نے گھر کو اسکول بنا دیا۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ امی کا دھیان بٹ گیا اور ظاہر ہے' آمدنی کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔"

"ہاں یہ بہت اچھا کیا۔"

"خیر تم سناؤ شادی کر کے ایسا غائب ہوئیں کہ آج پورے پانچ سال بعد نظر آئی ہو۔ کہاں ہے تمہارا گھر اور تمہارا میکہ بھی پتا نہیں کہاں شفٹ ہو گیا۔" میں اپنے تجسس کو مزید نہیں دبا سکی اور بڑے شوق سے پوچھا تو جواب میں وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔

"نشی!" میں پریشان ہو گئی اور اٹھ کر اس کے پاس بیٹھ کر اس کے گرد بازوؤں کا حلقہ بنا لیا "تم رو کیوں رہی ہو۔ بتاؤ نا یار؟"

"کیا بتاؤں۔ میرے ساتھ کیا ہوا؟" وہ ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ کر بولی۔

"کیا ہوا؟ میں نے تو سنا تھا تمہاری شادی۔۔۔"

"بہت اچھی جگہ ہوئی تھی۔ یہی نا؟" اس نے میری بات اچک لی تو میں بس اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔

"دیکھنے میں تو واقعی بہت اچھے لوگ تھے اور بہت بڑے' بہت پیسے والے لیکن میں جانتی ہوں' چار سال ان کے ساتھ میں نے کیسے گزارے۔" وہ دکھ سے گویا ہوئی۔ "میرے شوہر آصف شیرازی انتہائی شکی مزاج تھے۔ مجھے گھر میں قید کر کے رکھ چھوڑا۔ اس کے بعد بھی الزام لگاتے تھے کہ میں ایسی ہوں' ویسی ہوں۔ میں ان کی ساری باتیں برداشت کرتی رہی' میرا خیال تھا بچے ہو جائیں گے تو خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے' لیکن دو بچوں کے بعد بھی ان کا ذہن نہیں بدلا بلکہ اور بگڑ گیا۔ ایک روز گھر میں ان کا کزن آیا اور بس میری شامت آ گئی' مجھے اس کے ساتھ انوالو کر کے گھر سے نکال دیا۔ بچے اپنے پاس رکھ لیے۔ ایک سال ہو گیا ہے۔ میں نے اپنے بچوں کو نہیں دیکھا۔"

وہ پھر رو پڑی اور میں اپنی جگہ سن بیٹھی تھی۔

"ثوبی! میرے بچے بہت چھوٹے ہیں۔ وہ ظالم لوگ پتا نہیں ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہوں گے۔"

قدرے توقف سے وہ اپنے آپ بولنے لگی تھی۔

"تم' تم بچے اپنے پاس لے آؤ۔" میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دباتے ہوئے کہا۔

"کیسے لے آؤں وہ تو مجھے بچوں کو دیکھنے بھی نہیں دیتے۔"

"تمہارا شوہر اور ان کے ساتھ اور کون کون ہے۔ میرا مطلب ہے ان کے ماں باپ' بہن بھائی وہ انہیں نہیں سمجھاتے۔"

"سب ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔"

"پھر تم کیا کرو گی؟"

"کیا کر سکتی ہوں۔ وہ بڑے لوگ ہیں' میں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ وقت کا انتظار کر رہی ہوں۔ جب بچے بڑے ہو کر خود ہی میرے پاس آ جائیں گے۔" اس کی بے بسی پر میرا دل رو اٹھا۔ میں نے اس کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے کہا۔

"وہ وقت جلدی آئے گا نشی! تم صبر کرو۔"

"صبر ہی تو نہیں آتا کاش میں انہیں دیکھ سکتی۔"

"دیکھو گی ضرور دیکھو گی۔ چلو اٹھو' منہ ہاتھ دھو لو پھر امی کے پاس چلتے ہیں۔" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

میرا اور نشی کا بچپن کا ساتھ تھا۔ گو کہ وہ عمر میں مجھ سے کچھ بڑی تھی یہی کوئی تین چار سال۔ لیکن اپنے گھر میں وہ کیونکہ سب سے چھوٹی تھی اس لیے میری اس سے دوستی ہو گئی۔ ہمارے گھروں میں بس ایک ہی دیوار کا فاصلہ تھا۔ میں جب اسکول جانے کی عمر کو پہنچی تو نشی کے ساتھ جانے لگی تھی۔ وہ اس وقت نرسری کلاسز سے نکل چکی تھی۔ تب وہ میرا بالکل چھوٹی بہن کی طرح خیال رکھتی تھی یعنی اسکول میں سب سے یہی کہتی تھی کہ یہ میری چھوٹی بہن ہے اور لڑکپن کی حد تک تو میں اس سے چھوٹی ہی لگتی تھی پھر اس کے بعد وہ دور آ گیا کہ ہمارے درمیان چھوٹائی بڑائی کا فرق

مٹ گیا تھا۔ کیونکہ میری انجان کچھ غیر معمولی تھی۔ جس سے کوئی انجان شخص یقین نہیں کر سکتا تھا کہ میں نشی سے چار سال چھوٹی ہوں گی۔

بہرحال ہر وقت کے ساتھ نے ہمیں ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیا۔ وہ شوخ چنچل' رنگین مزاج اور فیشن کی دلدادہ تھی' جبکہ میں ہر بات میں ایک حد کی قائل تھی اور اس حد کو کراس کرنے کی میں نے کبھی کوشش نہیں کی۔ اس کے باوجود ہماری دوستی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ شاید اس لیے کہ ہم نے کبھی ایک دوسرے پر تنقید نہیں کی اور نہ میں نے اسے اور اس نے مجھے اپنے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی تھی۔

وہ جو تھی جیسی تھی' مجھے اچھی لگتی تھی اور اسی بنیاد پر میں اسے' پھر ہم فضول سی کوششیں کیوں کرتے' مجھے یاد ہے اتنے ماہ و سال میں میں نے صرف ایک بار اسے ٹوکا تھا۔ ہم کالج جانے کے لیے بس اسٹاپ پر کھڑے تھے کہ ایک لڑکے نے قریب سے گزرتے ہوئے نشی کو دیکھ کر کوئی شوخ جملہ کہا تھا اور یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ اکثر ایسا ہوتا تھا اور ہم دونوں یوں انجان بن جاتے جیسے سنا ہی نہیں' لیکن اس روز جانے نشی کس موڈ میں تھی کہ بجائے انجان بننے کے نہ صرف مسکرائی' بلکہ اس کی بات کا جواب بھی دے ڈالا جس سے حوصلہ پا کر وہ لڑکا جاتے جاتے پلٹ آیا تھا۔

"آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

"ضرور پوچھیں۔" نشی نے کھلکھلا کر کہا تو اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا۔ میں نے نشی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔

"خبردار جو اس سے بات کی تو۔"

"کیا حرج ہے؟"

"بکو مت' مجھے یہ حرکتیں بالکل پسند نہیں ہیں۔" میں نے ٹوکا اور اسے کھینچتی ہوئی بس میں سوار ہو گئی تھی۔

اس کے بعد میں نے محسوس کیا' نشی مجھ سے کترانے لگی تھی۔ صبح تو مجبوری ہوتی ہم ایک ساتھ گھر سے نکلتے تھے' لیکن واپسی میں وہ مجھے چکر دے جاتی۔ کبھی کہتی' اس کا ابھی ایک پیریڈ باقی ہے اور کبھی اسے لائبریری میں بیٹھنا ہوتا۔ ان بہانوں سے وہ مجھے پہلے ہی گھر بھیج دیتی تھی۔ میں کہتی رہ جاتی کہ کوئی بات نہیں میں انتظار کر لیتی ہوں۔ تم پیریڈ اٹینڈ کر لو پھر ساتھ گھر چلیں گے۔ لیکن وہ زبردستی مجھے گیٹ سے نکال کر دم لیتی۔

"تم جاؤ تمہاری امی اکیلی ہوتی ہیں۔"

اس کی یہ بات میرے دل کو لگتی تھی اور شروع کے چند دن میں یہی سمجھتی رہی کہ اسے امی کا خیال ہے لیکن جب اصل بات سمجھ میں آئی تب میں بھی اس سے کترانے لگی تھی۔ پتا نہیں کیوں مجھے لگتا تھا اگر میں نے زیادہ اسے ٹوکا تو وہ بالکل ہی مجھ سے کٹ جائے گی اس لیے میں نے اشارتاً بھی نہیں جتایا کہ وہ کچھ غلط کر رہی ہے۔ یوں بھی ہم نے کبھی کسی معاملے میں ایک دوسرے پر تنقید نہیں کی تھی۔

بہرحال یہ سلسلہ کافی دنوں بلکہ مہینوں چلا۔ لیکن نشی نے کبھی خود سے میرے سامنے اعتراف نہیں کیا نہ ہی میں نے پوچھا کہ جس کے لیے وہ میرے ساتھ آنے جانے سے کترانے لگی ہے وہ کون ہے کیا کرتا ہے وغیرہ وغیرہ البتہ میرے اندر تجسس ضرور تھا اور اس سے پہلے کہ یہ تجسس عروج پر پہنچ کر کسی دن میری زبان پر آ جاتا۔ امتحان شروع ہو گئے اور امتحانوں سے فارغ ہوتے ہی میں امی کے ساتھ لاہور چلی گئی۔ وہاں ماموں جی کے بیٹے ابرار کی شادی تھی۔ ہمارا ایک ہفتے کا پروگرام تھا' لیکن مجھے میرے ماموں زاد بہنوں ہما اور فرح نے بصد اصرار روک لیا' یوں بھی میں ان دنوں فارغ تھی پھر انہوں نے مری سوات گھمانے کا لالچ بھی دیا تھا' جب ہی میں شوق سے رک گئی۔ البتہ امی ایک ہفتے بعد ہی واپس چلی گئی تھیں کیونکہ ابو اکیلے تھے۔ پھر پورے دو مہینے بعد میں کراچی آئی تو پتا چلا نشی کی شادی ہو گئی ہے اور شادی کے تیسرے دن وہ ہنی مون ٹور پر یورپ چلی گئی ہے۔ میں جتنی خوش تھی اتنی

اسے کیا خیال آیا۔ میری طرف بڑھا کر بولی۔
"یہ دیکھو۔"
"کیا ہے؟" میں نے الٹ پلٹ کر دیکھا دونوں طرف' ضرورت ہے۔ کا کالم تھا جس سے میں یہی سمجھی کہ وہ جاب ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔ تراشا اسے واپس کرتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارے مطلب کی کوئی ویکنسی ہے اس میں؟"
"میرے مطلب کی ارے نہیں' میں تمہیں یہ دکھا رہی ہوں۔" اس نے ایک جگہ انگلی رکھ کر تراشا میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔
"یہ دیکھو شیرازی کی طرف سے ایڈ چھپا ہے۔ اسے بچوں کے لیے آیا کی ضرورت ہے۔"
"تمہارے بچوں کے لیے۔" میں نے اب توجہ سے ایڈ پڑھا پھر اسے دیکھ کر پوچھا۔ "تم جاؤ گی؟"
"میں ـــ کاش میں جا سکتی۔ مجھے اپنے بچوں کی آیا بننا بھی منظور ہے۔ لیکن۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر رو پڑی۔ لیکن میں سمجھ گئی تھی جبھی اسے چپ کرانے کے بجائے جا کر اسکواش بنا لائی۔ پھر گلاس اس کے ہونٹوں سے لگا کر ٹوکا۔
"تم روتی کیوں ہو؟"
"مجھے بچے بہت یاد آتے ہیں۔" اس نے ہونٹوں سے گلاس ہٹا کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔
"تو جا کر لے آؤ۔ تم ماں ہو ان کی بجائے ڈرنے کے دھڑلے سے جا کر کہو کہ مجھے میرے بچے چاہئیں۔ اگر نہ دیں تو کیس کر دو۔" میں نے کچھ پرجوش ہو کر کہا تو وہ افسردگی سے مسکرائی۔
"یہ تم کہہ سکتی ہو کیونکہ تم انہیں جانتی نہیں ہو۔"
"ضرورت بھی نہیں ہے مجھے انہیں جاننے کی۔ لیکن تم سے پھر وہی کہوں گی کہ تم خوامخواہ ڈر رہی ہو۔ سیدھی کورٹ چلی جاؤ اور ایک نہیں دو کیس کر دو۔ ایک بچوں کے لیے اور دوسرا ان کے باپ نے تم پر جو مظالم ڈھائے' یعنی تمہیں حبس بے جا میں رکھنے کا کیس اور ـــ"
"نہیں' مجھے یہ سب نہیں کرنا۔" اس نے مجھے مزید بولنے سے روک دیا۔ تو میں برا سا منہ بنا کر بولی۔
"پھر کیا کرنا ہے؟"
"کچھ نہیں' وہ بڑے لوگ ہیں۔ میں ان سے نہیں لڑ سکتی' دعا کرو اللہ ان کے دل میں رحم ڈالے اور وہ مجھ پر اتنی مہربانی کریں کہ مجھے بچوں سے ملنے سے نہ روکیں۔" اس کی بے بسی نے سچ مچ مجھے تڑپا دیا تھا ایک ماں کے ساتھ یہ کتنا ظلم تھا۔ کاش میرے اختیار میں ہوتا تو میں اس کے بچے لا کر اس کی گود میں ڈال دیتی۔
"تم بھی کیا سوچتی ہو گی کہ میں بس اپنا دکھڑا روتی ہوں۔" نشی نے میری خاموش محسوس کرتے ہوئے کہا تو میں نے ایک دم اس کے ہاتھ تھام لیے۔
"یہ کیا بات کی تم نے۔ مجھ سے نہیں کہو گی تو اور کس سے کہو گی۔"
"ہاں لیکن۔"
"کوئی لیکن ویکن نہیں۔ چلو' مجھے اپنا نمبر لکھواؤ۔ میں صبح شام تمہیں فون کروں گی۔ صرف اس لیے کہ تم اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرو۔" میں نے دراز کھینچ کر پین نکالتے ہوئے کہا پھر نمبر نوٹ کر کے بولی۔
"میرے ساتھ غیروں جیسی باتیں مت کرنا۔ کیا تمہیں یاد نہیں اسکول میں لڑکیوں کے پوچھنے پر تم مجھے اپنی چھوٹی بہن بتاتی تھیں۔"
"ہاں!" وہ بے ساختہ مسکراتی اور پھر ہم کتنی دیر تک گئے دنوں کی باتیں کرتے رہے۔ میرے اندر ابھی تک اس کی شادی میں شریک نہ ہونے کا ملال تھا۔ جس کا میں نے افسوس کے ساتھ اظہار کیا تو وہ بنا سوچے بولی تھی۔
"کوئی بات نہیں۔ دوسری شادی اٹینڈ کر لینا۔"
پھر ایک دم نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کانوں کو ہاتھ لگانے لگی۔ تو میں نے قصداً "موضوع بدل دیا۔ پھر چار بجے کے قریب میں چائے بنا لائی جسے پینے کے بعد وہ جانے کو تیار ہو گئی۔ میں اسے گیٹ تک چھوڑنے آئی تو مسلسل دوبارہ جلدی آنے کا کہتی رہی

اور وعدہ لے کر ہی اسے رخصت کیا پھر اوپر اپنے کمرے میں آ کر کچھ دیر کمر سیدھی کرنے کی غرض سے تکیہ سیدھا کیا تو ہاتھ میں اخبار کا وہ تراشا آ گیا جو نشی دکھا رہی تھی اور اب اسے دیکھتے ہوئے مجھے یونہی ایک خیال آیا پھر میں باقاعدہ اسی خیال کے تحت سوچنے لگی تھی۔
"ثوبیہ!" کچھ دیر بعد امی نے پکارا تو میری سوچیں منتشر ہو گئیں۔
"جی امی!"
"اٹھ گئیں بیٹا!" امی نے کمرے میں آ کر کہا تو میں گہری سانس کھینچ کر بولی۔
"میں سوئی کب تھی؟"
"کیوں؟"
"وہ نشی آ گئی تھی نا امی! ابھی تو گئی ہے۔" میں نے بتایا۔
"اچھا کیا حال ہے اس کا اور تم نے روکا نہیں اسے۔"
"بہت دیر سے آئی ہوئی تھی' پھر جلدی آنے کو کہہ گئی ہے اور امی کسی دن ہم بھی چلیں گے اس کے ہاں۔"
"ہوں۔" امی اثبات میں سر ہلاتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں تو میں اخبار کا تراشا لے لابی میں آ کر شیرازی کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔
"ہیلو!" چوتھی بیل پر ریسیور اٹھنے کے ساتھ مردانہ آواز سنائی دی تو میں نے کہا۔
"جی مجھے شیرازی صاحب سے بات کرنی ہے۔"
"یس آئی ایم شیرازی۔"
"میں ابھی آپ کا دیا ہوا ایڈ دیکھ رہی تھی آپ کو بچوں کے لیے کم از کم انٹرپاس گورنس کی ضرورت ہے۔" میں نے کہا تو ادھر سے مختصر جواب آیا۔
"یس!"
"کیوں' میرا مطلب ہے اگر آپ سے بچے نہیں سنبھالے جاتے تو انہیں ان کی ماں کے پاس بھیج دیں۔" مجھے لگا اس دفعہ وہ ٹھٹکے تھے۔ اسی لیے سخت اور ناگوار لہجے میں پوچھا۔
"کون ہیں آپ؟"
"میں جو بھی ہوں۔ نیک مشورہ دے رہی ہوں۔ اگر بچے نہیں بھیج سکتے تو ان کی ماں کو اپنے پاس لے آئیں۔"
"شٹ اپ!"
اتنی زور سے فون پٹخا گیا کہ میرا کان جھنجھنا اٹھا۔ دل چاہا دوبارہ رنگ کر کے خوب گالیاں دوں' لیکن اسی وقت امی نے پکار لیا تو میں فون رکھ کر کچن میں آ گئی۔ لیکن میرا ذہن نشی اور اس کے بچوں میں الجھ رہا تھا اور میں مسلسل یہی سوچتی رہی کہ کس طرح نشی اپنے بچوں کے پاس چلی جائے یا بچے اس کے پاس آ جائیں۔ رات کے کھانے کی تیاری کے دوران اور پھر اس کے بعد بھی میں اس فکر میں تھی کہ پھر ایک خیال نے یوں گرفت کی کہ لاکھ جھٹکنے پر بھی وہ میرے ذہن سے محو نہیں ہوا۔ تب سے ہر پہلو سے سوچنے کے بعد میں نے اگلے دن صبح ہی نشی کو فون کر ڈالا۔
"نشی! میں تمہیں تمہارے بچوں سے ملا سکتی ہوں۔" میں نے چھوٹتے ہی کہا تو اس نے بے قراری سے پوچھا۔
"کیسے؟"
"ایسے کہ میں تمہارے بچوں کی گورنس کے لیے ٹرائی کرتی ہوں اگر سلیکٹ ہو گئی تو پھر ـــ"
"نہیں۔" نشی نے فوراً ٹوکا تھا اور مجھے لگا جیسے وہ پریشان بھی ہو گئی ہے۔ "نہیں ثوبیہ! تم ایسی کوئی کوشش مت کرنا۔"
"کیوں؟"
"کیوں کا کیا مطلب' اب تمہاری یہ اوقات کہ تم گورنس ـــ"
"تو اس میں اوقات کی کیا بات ہے۔" میں اس کی بات پوری ہونے سے پہلے بول پڑی۔ "میں بچوں کی خالہ ہوں۔ کسی کے گورنس بننے سے گورنس نہیں ہو جاؤں گی۔"
"پھر بھی نہیں' ایسا سوچنا بھی مت۔ میں ہرگز ہرگز

تمہیں ان ظالموں کے پاس جانے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

"مجھے ان ظالموں سے کیا لینا دینا میں صرف تمہارے بچے۔۔۔"

"نہیں چاہیں مجھے بچے سمجھیں تم۔" اس کے چیخنے پر میں حیران ہو گئی۔

"نشی! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"کیا ہو گیا ہے مجھے میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے تم کسی مشکل میں پھنسو۔ اگر تم وہاں گئیں تو میں کبھی تم سے بات نہیں کروں گی' سمجھ رہی ہو نا تم مجھے بہت عزیز ہو بہت زیادہ' بچے آج نہیں تو بڑے ہو کر خود ہی میرے پاس آجائیں گے' میں تمہیں نہیں کھونا چاہتی۔ تم تو میری بہن ہو نا۔ چھوٹی بہن۔"

اس کا لہجہ پل پل بدل رہا تھا۔ کبھی غصہ' کبھی پیار آخر میں میری منتیں کرنے لگی تو میں گہری سانس کھینچ کر بولی۔

"اوکے اوکے نشی! میں نہیں جاؤں گی۔"

"ہاں تم نہیں جانتیں ان لوگوں کو' اگر انہیں ذرا بھی شبہ ہو گیا کہ تم میری دوست ہو تو میں بتا نہیں سکتی' وہ تمہارا کیا حشر کریں گے۔"

اب وہ مجھے ڈرانے لگی تھی۔ میں چپ چاپ سنتی رہی پھر اسے اطمینان دلا کر فون بند کر دیا۔ لیکن خود کو نہیں سمجھا سکی۔

"کیا ہو گا' اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ میں نشی کی دوست ہوں تو کیا کریں گے وہ زیادہ سے زیادہ یہی کہ مجھے نوکری سے نکال دیں گے۔"

میں سوچتی ہوئی امی کے پاس آئی اور جب انہیں بتایا تو نشی کی طرح وہ بھی ناراض ہونے لگیں۔

"امی! یہ ایک نیکی کا کام ہے۔ نشی کو بچے مل جائیں گے یا ہو سکتا ہے نشی دوبارہ اپنے گھر میں آباد ہو جائے۔ مجھے ایک کوشش تو کرنے دیں۔" میں نے ایسی باتیں کر کے آخر امی کو منا ہی لیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

میں نے نیم پلیٹ اچھی طرح دیکھنے کے بعد بیل کا بٹن پش کیا تو چند لمحوں بعد گیٹ کھلا' اور ملازم غالباً میرے ہاتھ میں اخبار کا تراشا دیکھ کر فوراً بولا۔

"اندر آجائیں۔" میں خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑی۔

سٹنگ روم میں وہ مجھے بیٹھنے کا اشارا کر کے آگے چل پڑا' اور میں کمرے کا جائزہ لینے کے بعد بیٹھنے لگی تھی کہ دروازے سے داخل ہوتے شخص کو دیکھ کر بیٹھنا بھول گئی۔ کیونکہ وہ کوئی عام سا شخص نہیں تھا۔ بے پناہ وجیہہ اور چہرے پر گہری سنجیدگی کی چھاپ نے اسے بہت باوقار بھی بنا دیا تھا۔ پھر مجھے بیٹھنے کا اشارا کرتے ہوئے ان کی پیشانی پر ہلکی سی لکیر بھی ابھری تھی۔

"ایڈ میں جو شرائط لکھی ہیں وہ آپ نے اچھی طرح دیکھ لی ہیں۔" انہوں نے بیٹھنے سے پہلے پوچھا یوں جیسے اگر میں نے انکار کیا تو وہ کھڑے کھڑے ہی مجھے جانے کو کہہ دیں گے۔

"جی!" میں نے کہا تب وہ بیٹھتے ہوئے بولے۔

"پھر بھی میں ایک بار پھر دہرا دیتا ہوں۔ آپ کی رہائش یہیں ہو گی بچوں کے ساتھ۔ کوئی آپ سے ملنے یہاں نہیں آئے گا اور آپ بغیر بتائے کہیں نہیں جائیں گی۔ کسی ذاتی کام کے سلسلے میں باہر جانے کے لیے آپ کو صرف دو گھنٹے کی رخصت مل سکے گی وہ بھی ہفتے میں ایک بار۔"

"جی میں یہ سب پڑھ کر ہی آئی ہوں۔" میں نے کہا تو انہوں نے خود کو مزید کچھ کہنے سے روکا' پھر سگریٹ سلگانے کے بعد پوچھنے لگے۔

"آپ کی کوالیفیکیشن؟"

"بی اے۔"

"تجربہ کہیں جاب کی ہے؟"

"جی نہیں البتہ بچوں کو پڑھاتی رہی ہوں۔ آئی مین ٹیوشن۔"

"آپ نے اس جاب کے لیے کیوں اپلائی کیا؟"

"یہ مجھے اپنے لیے ہر لحاظ سے موزوں لگی اس لیے۔"

"مثلاً؟"

"ایک تو رہائش' دوسرے ڈیوٹی کہیں باہر نہیں' گھر کے اندر ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ مجھے بچے بہت اچھے لگتے ہیں۔"

میں نے رک رک کر کہا تو وہ کچھ دیر مجھ پر نظریں جمائے بیٹھے رہے' پھر ایک دم اٹھتے ہوئے بولے۔

"آئیے میرے ساتھ۔"

میں کچھ نا سمجھی کے عالم میں اٹھ کر ان کے پیچھے چل پڑی' لابی سے نکل کر آگے لاؤنج تھا' جس میں دائیں طرف ایک اور سامنے دو دروازے تھے۔ ان ہی میں سے ایک دروازہ کھول کر انہوں نے پہلے مجھے اندر جانے کا اشارا کیا تو میں قدرے جھجک کر آگے بڑھ آئی۔ پھر سامنے بچے دیکھ کر مجھ سے واقعی نہیں رہا گیا۔ فوراً" بڑھ کر نشی کی تین سالہ بیٹی کو بازوؤں میں بھر لیا اور اس کے گالوں پر پیار کر کے چار سالہ بیٹے کی طرف متوجہ ہوئی تو وہ بہت حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ فوراً" بیڈ سے اتر کر باپ کی ٹانگوں سے لپٹ گیا' جس سے ایک دم مجھے ان کی موجودگی کا احساس ہوا' بچی کو بٹھا کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

"میرا خیال ہے۔ یہ بہت جلد آپ سے مانوس ہو جائیں گے۔" انہوں نے کہا تو میں اندر ہی اندر خوش ہو گئی کہ مجھے جاب مل گئی۔

"پھر آپ کب آرہی ہیں؟" انہوں نے میرے بولنے کا انتظار کر کے پوچھا تھا۔

"جب آپ کہیں۔"

"میری طرف سے ابھی یا کل۔"

"کل کیونکہ ابھی تو میں اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لائی۔" میں نے فوراً" کہا تو وہ ذرا سے کندھے اچکا کر بولے۔

"اوکے۔" پھر چلنے کا اشارا کر کے کمرے سے نکل گئے تو میں نے پہلے دونوں بچوں کو پیار کیا' پھر ان کے پیچھے باہر نکل آئی۔

گھر آکر میں نے امی کو بتایا تو وہ پھر مجھے زمانے کی اونچ نیچ سمجھانے کے ساتھ اپنے خدشوں کا اظہار بھی کرنے لگیں۔ جنہیں میں محض ان کے خدشے کہہ کر بات ختم نہیں کر سکی کیونکہ میں انہیں ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ان کی ہر بات سننے کے بعد کہا۔

"میں کوئی بہت دور نہیں جا رہی امی! اسی شہر میں رہوں گی' روزانہ آپ کو فون کروں گی اور جس روز مجھے کسی گڑبڑ کا احساس ہوا' اسی وقت واپس چلی آؤں گی۔ کیونکہ جاب میری مجبوری نہیں ہے۔ میں صرف نشی کو اس کے بچوں سے ملانا چاہتی ہوں اور ہاں امی! ابھی آپ نشی کو نہیں بتائیے گا۔ اس کا فون آئے یا وہ خود آئے تو کہیے گا میں لاہور گئی ہوں۔"

"کیوں؟"

"بس میں اسے سرپرائز دینا چاہتی ہوں۔" میں نے بات بنائی کیونکہ اگر امی کو معلوم ہو جاتا کہ نشی بھی مجھے وہاں جانے سے منع کر چکی ہے تو پھر وہ کسی صورت نہ جانے دیتیں۔

♥ ♡ ♡ ♥

پھر اگلے روز میں ایک مقصد کے تحت صرف ایک بیگ لے کر 'الشیرازی' آگئی۔ اس وقت صبح کے دس بجے تھے اور وہ بچوں کے ساتھ لاؤنج میں موجود تھے۔ جس انداز سے مجھے دیکھا۔ اس سے لگا جیسے وہ میرے ہی انتظار میں تھے۔ اب پتا نہیں واقعی ایسا تھا یا مجھے لگا بہرحال رسمی جملوں کے بعد انہوں نے ایک چارٹ میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ جس پر بچوں کے کھانے پینے' سونے جاگنے' پڑھنے لکھنے کے اوقات درج تھے۔ پھر ایک ملازمہ کو بلا کر میرے بارے میں بتانے کے ساتھ اسے کچھ ہدایات دے کر چلے گئے تو مجھے ایک دم آزادی کا احساس ہوا۔ ورنہ ان کی موجودگی میں اپنا وجود کسی نامعلوم شکنجے میں جکڑا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور اب ان کے جاتے ہی میں بہت ہلکی پھلکی ہو کر صوفے پر ڈھے گئی۔ پھر بچی کو گود میں لے کر ان کے بیٹے کو بلایا تو اس وقت وہ بڑے آرام سے میرے پاس آگیا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" میں نے اسے اور قریب کر کے پوچھا تو وہ پہلے اپنے پھر بہن کے سینے پر انگلی رکھتے

ہوئے بولا۔
"میرا نام حارث ہے اس کا نام گڑیا۔"
"بھئی واہ آپ کے نام تو بہت پیارے ہیں۔"
"میرے پاس گاڑی بھی ہے اور بندر بھی۔"
"ہیں، چلیں آپ کے کھلونے دیکھتے ہیں۔"
میں دونوں بچوں کو لے کر ان کے کمرے میں آگئی اور کتنی دیر ان کے ساتھ ان کی دلچسپی کی باتیں کرتی رہی پھر دوپہر میں کھانا کھاتے ہی دونوں سو گئے تو میں بھی لیٹ گئی لیکن مجھے نیند نہیں آئی۔ ایک تو نئی جگہ دوسرے میرے اندر کچھ خوف بھی تھا۔ جیسا کہ نشی نے بتایا تھا کہ یہ لوگ بہت ظالم ہیں۔ تو ان ہی مظالم کے ساتھ ساتھ میں شیرازی کو سوچنے لگی کہ دیکھنے میں تو وہ ایسا نہیں لگتا۔ اگر نرم نہیں تو بہت سخت مزاج بھی نہیں ہے۔
اب پتا نہیں اس کا اصل کیا ہے۔ میں نے خود کو الجھنے سے روکا تھا۔
شام میں، میں دونوں بچوں کو تیار کر کے ان کے ساتھ لان میں نکل آئی اور انہیں بھاگتا دوڑتا چھوڑ کر خود لان چیئر پر بیٹھی ہی تھی کہ چوکیدار نے پورا گیٹ کھول دیا۔ میں کچھ بے دھیانی میں اندر آتی ہوئی گاڑی دیکھنے لگی۔ لیکن جب ملازم کو بھاگتے ہوئے دیکھا، تب میں اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اور چند قدم آگے بڑھا کر پھر رک گئی اور خاموشی سے ڈاکٹر اور اس کے پیچھے باکس اٹھائے ملازم کو اندر جاتے ہوئے دیکھنے لگی۔
"کس کی طبیعت خراب ہے۔ شیرازی تو صبح اچھے بھلے تھے۔"
میں سوچتی ہوئی دوبارہ چیئر پر آ بیٹھی اور بچوں کو بلا کر ان کے سامنے کتابیں رکھ دیں یعنی اردو اور انگریزی کے ابتدائی قاعدے۔
"آپ اسکول جاتے ہیں؟" میں نے حارث سے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔
"کیوں؟" اس کے پاس شاید جواب نہیں تھا۔ سو خاموش رہا۔ تب میں نے قاعدہ اس کے سامنے کھولتے ہوئے کہا۔
"اچھا پڑھو۔ الف سے آم۔"
"ب سے بلی۔" وہ مجھ سے آگے بڑھ کر بولا۔
"میرے پاس مانو بلی ہے۔ ماؤں ماؤں کرتی ہے۔"
"یہ سب باتیں بعد میں، پہلے پڑھو۔" میں نے ٹوکا تو بسور کر بولا۔
"نہیں پڑھوں گا۔"
"کیوں؟"
"آپ گندی ہو۔"
"اچھا۔" میں نے بمشکل ہنسی روک کر پوچھا۔
"اور اچھا کون ہے؟"
"پاپا۔" اس نے فوراً کہا تو میں نے بے اختیار پوچھا تھا۔
"اور ممی؟"
"ممی!"
وہ چھوٹا سا بچہ حیران ہو کر یوں دیکھنے لگا، جیسے پتا نہیں میں نے کیا کہہ دیا ہے اور خود مجھے احساس ہوا کہ میں کچھ غلط کہہ گئی ہوں۔ پتا نہیں بچوں کو ماں یاد بھی تھی یا نہیں۔ مجھے ان کے معصوم ذہنوں پر کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے۔ اس خیال کے تحت میں نے فوراً" دوسری باتیں کر کے اس کا دھیان بٹا دیا پھر انہیں اندر لے آئی اور ٹی وی آن کر کے کارٹون چینل لگا دیا، اس کے کتنی دیر بعد میں نے ڈاکٹر کو سیڑھیاں اتر کر جاتے ہوئے دیکھا تو مجھے اچھنبا ہوا۔ حارث کے قریب ہو کر پوچھا۔
"سنو اوپر کون ہے؟" اس نے کوئی جواب نہیں دیا بس ایک نظر مجھے دیکھ کر دوبارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا تب میں سر جھٹک کر ان کے پاس سے اٹھ گئی اور لابی میں آ کر گھر کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔
"ہیلو!" امی کی آواز سنتے ہی میں خوش ہو کر بولی۔
"السلام علیکم امی!"
"تو یہ بس تم واپس آجاؤ بیٹا!" امی جیسے اس انتظار میں تھیں۔
"آجاؤں گی امی! آجاؤں گی۔ میرا بھی یہاں دل

نہیں لگ رہا۔" میں نے انہیں تسلی دی تو وہ پوچھنے لگیں۔
"کون کون ہے وہاں؟"
"پتا نہیں میں صبح سے نشی کے بچوں کے ساتھ ہوں اور کسی کو نہیں دیکھا۔ بس ایک ملازمہ ہے جو شاید سارا وقت یہیں رہتی ہے۔"
"ملازمہ بچے نہیں سنبھال سکتی؟" امی نے کہا تو میں سمجھ کر بولی۔
"بات بچے سنبھالنے کی نہیں۔ بچوں کی تربیت کی ہے جب ہی پڑھی لکھی گورنس رکھی گئی ہے۔ جو انہیں پڑھا بھی سکے۔ بہرحال آپ فکر نہیں کریں میں جلدی آجاؤں گی۔" میں نے ان کو اطمینان دلا کر فون بند کر دیا۔
پھر بچوں کے سونے تک میں ان کے ساتھ مصروف رہی۔ اس کے بعد اپنی کتابیں لے کر بیٹھی تھی کہ شیرازی کا بلاوا آگیا۔ میں اندر ہی اندر خائف ہی اپنے کمرے سے نکلی تو ملازمہ نے بتایا وہ اپنے کمرے میں ہیں ساتھ ہی اس نے راہداری کی طرف اشارا بھی کیا تھا۔ جس سے میں مزید ڈر گئی اور ادھر ادھر یوں دیکھنے لگی کہ خدانخواستہ کوئی ایسی بات ہو گئی تو میں مدد کے لیے کسے پکاروں گی اور وہاں کوئی نہیں تھا جو میری مدد کو آتا۔ کتنی دیر میں شش و پنج میں رہی پھر بہت ہمت کر کے راہداری میں آ کر کل کے دروازے پر دستک دے ڈالی۔
"یس کم ان۔" اندر سے بوجھل آواز آئی تھی۔ میں نے ہینڈل گھما کر دروازہ پورا کھول دیا اور چند قدم آگے بڑھ کر انہیں دیکھنے لگی، وہ کنگ چیئر کی بیک پر سر رکھے وہ جانے کن سوچوں میں گم تھے۔ کچھ انتظار کے بعد مجھے خود اپنی موجودگی کا احساس دلانا پڑا۔
"سر! آپ نے مجھے بلایا تھا؟"
"ہوں۔" انہوں نے چونک کر مجھے دیکھا تو ان کی آنکھوں کی سرخی نے مجھے اندر تک لرزا دیا اور میری ٹانگیں بھی کانپنے لگی تھیں۔
"پلیز۔" انہوں نے صوفے کی طرف اشارا کیا اور میرے نہ بیٹھنے پر خود بھی اٹھ کھڑے ہوئے پھر کہنے لگے۔
"سوری میں نے آپ کو زحمت دی۔ میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ بچے آپ کے لیے پرابلم تو نہیں بنے؟"
"جی نہیں۔"
"اس کے علاوہ کوئی پرابلم؟"
"نو سر۔"
"اوکے۔" انہوں نے ایک طرح سے جانے کا اشارا کیا تو جہاں میری جان میں جان آئی وہاں ایک دم خیال آنے پر پوچھا۔
"سر! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" انہوں نے چونک کر دیکھا تو میں سٹپٹا کر بولی۔ "وہ شام میں ڈاکٹر آئے تھے میں اس لیے پوچھ رہی ہوں۔"
"آپ صرف اپنے کام سے کام رکھیں۔ یہاں کون آتا ہے کون جاتا ہے۔ اس سے آپ کو کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے اور نہ ہی گھر کے کسی دوسرے معاملے میں، میں آپ کی دخل اندازی پسند کروں گا، انڈر اسٹینڈ۔"
وہ ایک دم نروٹھے پن سے وارن بھی کر گئے تو میں بری طرح سٹپٹا کر ان کے کمرے سے نکل آئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

آج چوتھے دن ہی میں بہت گھبرا گئی تھی۔ کیونکہ اس گھر میں عجیب خاموشی اور وحشت تھی۔ بچوں کے کھلکھلانے اور رونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اس وقت میرا دل چاہا سب چھوڑ چھاڑ کر چلی جاؤں۔ میں حقیقتاً" اس ماحول سے اکتا گئی تھی یا شاید سخت روٹین سے۔ پتا نہیں لوگ گھروں کے اندر زندگی کو اتنا پابند کیسے کر لیتے ہیں۔ میرا تو چند دنوں میں ہارٹ فیل ہو جائے۔
"اف نہیں۔ مجھے ابھی نہیں مرنا۔ امی اکیلی ہو جائیں گی۔" میں جھرجھری لے کر اٹھ کھڑی ہوئی اور بچوں کو کھیلتا چھوڑ کر کمرے میں آ کر اپنی چیزیں سمیٹنے لگی، پہلے کتابیں اکٹھی کر کے بیگ میں رکھیں پھر وارڈ روب کھول کر کپڑے نکالنے لگی تھی کہ گڑیا کی زوردار

چیخ پر میں ہینگر پھینک کر بھاگتی ہوئی لاؤنج میں آئی اور گڑیا کو دیکھ کر سچ مچ میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ ٹی وی کا تار مٹھی میں دبائے بری طرح جھٹکے کھا رہی تھی۔

"یا اللہ۔" میں نے تیر کی سی تیزی سے پلنگ کھینچ لیا تو جھٹکے کھاتی گڑیا وہیں ڈھے گئی۔

"گڑیا! گڑیا!" میں اسے گود میں بھر کر جھنجھوڑنے لگی۔ لیکن وہ بالکل ساکت تھی اور اس کا چہرہ بھی نیلا ہو رہا تھا۔

"مس۔۔۔!" حارث سہما ہوا میرا کندھا ہلا کر بولا۔ "گڑیا مر گئی؟"

"نہیں، نہیں بیٹا یہ ابھی ٹھیک ہو جائے گی۔ میں ڈاکٹر کو فون کرتی ہوں۔"

اور ڈاکٹر کے ساتھ ہی مجھے یاد آیا کہ کچھ دیر پہلے میں نے ڈاکٹر کو اوپر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ فوراً" گڑیا کو صوفے پر لٹا کر سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی اوپر گئی اور جو پہلا دروازہ نظر آیا اسے دھکیل کر اندر داخل ہوتے ہی ٹھٹھک گئی۔ بیڈ پر ایک بوڑھی عورت ساکت لیٹی تھی۔ میں نے ابھی صرف اسے دیکھا تھا کہ ڈاکٹر کی تیز آواز پر چونک گئی۔

"کون ہیں آپ۔؟"

"وہ ڈاکٹر صاحب! گڑیا کو کرنٹ لگ گیا ہے۔ بے ہوش ہے وہ آپ اسے۔" میں نے جلدی جلدی بتانا شروع کیا اور میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی ڈاکٹر نیچے بھاگا تھا۔ میں بھی اسی تیزی سے اس کے پیچھے آ گئی اور گڑیا کے سرہانے بیٹھ کر جتنی قرآنی آیات یاد تھیں۔ پڑھ پڑھ کر اس پر دم کرنے لگی، جبکہ ڈاکٹر اپنا کام کر رہا تھا۔ پہلے انجکشن لگایا پھر آہستہ آہستہ اس کی ہتھیلیاں رگڑنے لگا۔

"او کے۔" کتنی دیر بعد ڈاکٹر اٹھتے ہوئے بولا۔ "فکر کی بات نہیں ہے۔ تقریباً" آدھے گھنٹے میں ہوش آئے گا بچی کو تب یہ میڈیسن دودھ کے ساتھ دے دیجیے گا۔"

"جی۔" میں نے اس کے ہاتھ سے پرچا لے کر پوچھا "آپ اس وقت نہیں ہوں گے۔ آئی مین اوپر۔"

"دیکھیں کہہ نہیں سکتا بلکہ میں جانے سے پہلے اسے دیکھ لوں گا۔ او کے۔"

"تھینک یو۔"

"یہ میڈیسن ابھی منگوا لیجیے۔"

وہ زینے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا تو میں نے جلدی سے کمرے میں جا کر پرس میں سے پیسے نکالے پھر چوکیدار کو اسٹور پر بھیج کر واپس آتے ہی حارث کو اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔ کیونکہ اس تمام عرصے میں وہ ایک کونے میں سہما ہوا کھڑا تھا۔ میری نظریں بار بار اس کی طرف اٹھ رہی تھیں اور مجھے اس پر بہت ترس آ رہا تھا۔ اب موقعہ ملتے ہی اسے سینے سے لگایا تو اس کے حلق سے گھٹی گھٹی ہچکیاں نکلنے لگیں۔

"میرے خدا!" ان بچوں کی بے بسی پر میری آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں، اور مزید اسے سینے میں بھینچ کر میں رو پڑی۔ تو معصوم بچہ پریشان ہو گیا۔

"مس مس۔" وہ ہچکیوں کے درمیان مجھے پکارنے لگا تھا۔ لیکن مجھ پر ایسی رقت طاری تھی کہ میں کچھ سن ہی نہیں رہی تھی۔ پھر اچانک ایک تیز آواز سے میرے اعصاب جھنجھنا اٹھے۔ فوراً" پلٹی اور سامنے شیرازی کو دیکھ کر میں نے بے اختیار حارث کو ان کی طرف بڑھا دیا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" انہوں نے حارث کو لیتے ہوئے پوچھا تو میں نے پہلے اپنے بے تحاشا بہتے آنسوؤں کو دوپٹے سے صاف کیا پھر بولنے کی کوشش میں ناکام ہو کر گڑیا کی طرف اشارا کر دیا۔

"گڑیا!" وہ حارث کو اتار کر گڑیا پر جھک گئے اور اسے ہلانے جلانے کے بعد میری طرف دیکھتے ہوئے بمشکل بول پائی۔

"کرنٹ کرنٹ لگا ہے اسے۔"

"کیسے؟" وہ ایک دم کھڑے ہو گئے۔

"وہ اس نے تار چھو لیا تھا۔"

"مائی گاڈ میں اسے ڈاکٹر۔" وہ گڑیا کو اٹھانے لگے

تھے کہ میں نے روک دیا۔

"ڈاکٹر دیکھ چکے ہیں۔ کہہ رہے تھے آدھے گھنٹے میں ہوش آئے گا اور میں نے میڈیسن لینے کے لیے چوکیدار کو بھیجا ہے۔"

"ہوں!" وہ گہری سانس کھینچتے ہوئے گڑیا کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر مجھے بیٹھنے کا اشارا کرتے ہوئے بولے "جب اتنا سب کچھ کر چکی ہیں۔ تو پھر رو کیوں رہی ہیں۔"

"نہیں تو۔" میں نے بے اختیار ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑیں اور ان کی نظروں سے چھپنے کی خاطر حارث کو اٹھا کر گود میں بٹھا لیا۔ تو وہ سمجھ کر خود ہی میری طرف سے رخ موڑ کر گڑیا کو دیکھنے لگے، پھر قدرے توقف سے غالباً" خیال آنے پر پوچھنے لگے۔

"کون سے ڈاکٹر آئے تھے؟"

"وہ اوپر۔" میں اسی قدر کہہ کر خاموش ہو گئی۔ کیونکہ ان کا تو کنایا آ گیا تھا اور ان کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"کون بلانے گیا تھا انہیں؟"

"جی میں، میں خود، اس وقت بس یہی سمجھ میں آیا تھا۔"

میں خائف سی ہو کر اپنی صفائی پیش کرنے لگی تھی کہ ڈاکٹر سیڑھیاں اترتے ہوئے آ گیا، جسے دیکھ کر شیرازی اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔

"ہوش آیا گڑیا کو؟" ڈاکٹر نے قریب آ کر پوچھا۔

"نہیں۔"

"خیر، تشویش کی بات نہیں ہے۔ ابھی ہوش آ جائے گا۔" وہ گڑیا کو چیک کرنے کے ساتھ بول رہا تھا۔ "میں نے جو میڈیسن لکھی ہیں وہ ضرور دے دیجیے گا، اور ہو سکے تو صبح بچی کو میرے کلینک لے آئیے گا۔"

"میں لے آؤں گا۔" شیرازی نے فوراً" کہا پھر ڈاکٹر کے ساتھ باہر نکل گئے تو میں حارث کو گود سے اتار کر گڑیا کے پاس آئی اور اسے بازوؤں میں بھر کر دھیرے دھیرے پکارنے لگی۔ پھر جب تک اسے ہوش نہیں آ گیا مجھے چین نہیں آیا تھا۔

اور وہ رات مجھ پر بہت بھاری تھی۔ مسلسل یہی سوچتی رہی کہ اگر گڑیا کو کچھ ہو جاتا تو اور تو کے ساتھ ہی میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگتا بار بار اٹھ کر دونوں بچوں کو دیکھتی رہی، پھر کبھی ٹہلنے لگتی کبھی لیٹ جاتی۔ ساری رات نیند نہیں آئی۔

فجر کی اذانیں ہونے لگیں تو میں نے وضو کر کے جاء نماز بچھائی اور نماز کے بعد بھی میں کتنی دیر تک اس پر بیٹھی رہی۔ جب شیشوں پر اجالا دستک دینے لگا تب میں جاء نماز لپیٹ کر کھڑی ہوئی تو میرا سر درد سے پھٹنے لگا تھا۔ آنکھوں پر بھی جیسے منوں بوجھ آن پڑا تھا۔ دل چاہا لمبی تان کر سو جاؤں لیکن اب بچوں کے اٹھنے کا وقت تھا۔ اس لیے سو بھی نہیں سکتی تھی اور میں نے کب خود پر اتنا جبر کیا تھا۔ اپنی مرضی سے سونا جاگنا کبھی کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی تھی اور اب اس سخت ڈیوٹی کی ذمہ دار بھی میں خود تھی۔ لیکن میرے ساتھ کوئی مجبوری بھی نہیں تھی جو میں یہاں پڑی رہتی۔

میں نے سوچ لیا کہ میں آج ہی یہاں سے چلی جاؤں گی اور ایک بار پھر اپنی چیزیں سمیٹنے لگی تھی۔ دروازے پر دستک کے ساتھ شیرازی نے حارث کو پکارا تو میں نے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

"السلام علیکم بچے اٹھ گئے؟" وہ میرے سر کے اوپر سے اندر جھانکتے ہوئے بولے۔

"نہیں۔"

"گڑیا کیسی ہے۔ رات میں پریشان تو نہیں کیا؟"

"نہیں۔"

"اچھا اٹھ جائے تو اسے تیار کر دیجیے گا۔ میں اسے کلینک لے جاؤں گا۔" انہوں نے اپنی بات کے اختتام پر مجھے دیکھا تھا اور کچھ ٹھٹھک کر بولے۔

"آپ ٹھیک نہیں لگ رہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں۔" میں کہہ کر ان کے قریب سے نکل کر کچن میں آ گئی۔ ملازمہ چائے بنا چکی تھی۔ میں نے ایک کپ اٹھا لیا اور چائے پینے کے ساتھ گڑیا کا فیڈر بنانے لگی۔

پھر جب میں گڑیا کو تیار کر کے شیرازی کے پاس لے گئی تو اس نے ان کی گود میں جانے سے انکار کر دیا اور مزید دونوں بازو میری گردن میں ڈال کر مجھ سے چمٹ گئی۔ شیرازی نے بہت بہلایا بہت سی چیزوں کا لالچ دیا، لیکن وہ مجھے چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوئی۔ تب بہت عاجز ہو کر انہوں نے مجھے بھی ساتھ چلنے کو کہا اور جا کر حارث کو لے آئے۔

"آپ نے بچوں کو اسکول میں ایڈمٹ نہیں کرایا؟" راستے میں اسکول دیکھ کر مجھے خیال آیا تو میں نے پوچھ لیا۔

"بس کچھ حالات ایسے رہے کہ۔" وہ اس قدر کہہ کر خاموش ہو گئے پھر قدرے توقف سے خود ہی کہنے لگے۔ "آپ کے آنے سے رونین سیٹ ہو گئی ہے۔ اب انشاء اللہ جلدی ان کا ایڈمیشن کرا دوں گا۔"

میں نے مزید کچھ نہیں کہا یوں بھی رات بھر جاگنے کے باعث میرے اعصاب شل ہو رہے تھے۔ ڈاکٹر کے سامنے بھی میں زیادہ نہیں بول سکی۔ وہ مجھ سے گڑیا کے بارے میں پوچھتا رہا اور میں بس سر ہلاتی رہی۔ آخر میں وہ کہنے لگا۔

"بچی تو بالکل ٹھیک ہے لیکن بچی کی ماں ٹھیک نہیں لگ رہیں۔"

"میرے خدا۔" میں نے سٹپٹا کر شیرازی کو دیکھا۔ اتفاق سے وہ مجھے ہی دیکھ رہے تھے فوراً" نظروں کا زاویہ بدل گئے۔

"لگتا ہے آپ رات بھر سوئیں نہیں حالانکہ میں نے کل ہی کہہ دیا تھا کہ تشویش کی کوئی بات نہیں۔ آپ کی بچی بالکل ٹھیک ہے۔"

ڈاکٹر مجھ سے کہہ رہا تھا اور مجھے شیرازی پر غصہ آنے لگا کہ وہ اسے بتا کیوں نہیں دیتے کہ بچی کی ماں میں نہیں کوئی اور ہے۔ کتنے آرام سے کھڑے تھے۔ میں گڑیا کو لے کر باہر نکل آئی۔ کچھ دیر بعد وہ حارث کا ہاتھ تھامے آئے تو ان کے ہونٹوں میں بڑی خوب صورت مسکراہٹ دبی تھی۔ اب پتا نہیں کس بات پر مسکرا رہے تھے میں بہرحال سلگ گئی اور جیسے ہی وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے میں بول پڑی۔

"سر! میں یہ جاب جاری نہیں رکھ سکتی۔"

"کیوں؟" انہوں نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بس ایک نظر مجھے دیکھا تھا۔

"بس میں آج ہی چلی جاؤں گی۔" میں نے ناراضی سے کہا۔

"آج تو نہیں جا سکتیں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ آپ ایگریمنٹ کر چکی ہیں کہ جانے سے کم از کم ایک مہینہ پہلے آپ کو بتانا ہو گا اور ابھی تو آپ کو ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا۔"

وہ بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بول رہے تھے اور میں ایک دم خاموش ہو کر اندر ہی اندر اپنی بے بسی پر تلملانے لگی، بلکہ حماقت پر کیونکہ میں نے اس وقت ہر صورت یہ جاب حاصل کرنے کے چکر میں ایگریمنٹ پر فوراً" سائن کر دیے تھے۔ پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی۔ گھر آ کر بھی میں کتنی دیر تک کڑھتی رہی پھر جب شیرازی آفس چلے گئے تو بچوں کو ملازمہ کے حوالے کر کے سو گئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

شام گہری ہو رہی تھی، جب میری آنکھ کھلی اور اس وقت فوری طور پر مجھے کچھ یاد نہیں آیا جب ہی بڑے آرام سے شاور لیا اس کے بعد بالوں میں برش کرتے ہوئے ایک دم میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا تھا۔

"ہائیں، میں سارا دن سوتی رہی اور بچے۔" بچوں کا خیال آتے ہی میں فوراً" کمرے سے نکل آئی۔

"آپ اٹھ گئیں بی بی۔ چائے لاؤں؟" ملازمہ نے مجھے دیکھتے ہی کہا تو میں نے ان سنی کر کے پوچھا۔

"بچے کہاں ہیں؟"

"لان میں۔" میں اس کا جواب سن کر تیزی سے لان کی طرف نکلی، لیکن آگے بچوں کے ساتھ شیرازی کو دیکھ کر باڑھ کے اس طرف ہی رک گئی اور بہت حیران سی ہو کر شیرازی کو بچوں کے ساتھ کھیلتے اور ہنستے دیکھتے ہوئے مجھے کئی کا خیال آیا۔

"اگر ان کے ساتھ نشی بھی ہوتی تو کتنا اچھا لگتا۔ کیا اس شخص کو ذرا سا احساس نہیں کہ بچوں سے دور ان کی ماں کتنا تڑپتی ہے۔ میں جانے کیا کچھ سوچے جا رہی تھی کہ شیرازی کی آواز سن کر اچھل پڑی۔ وہ پوچھ رہے تھے۔

"آپ کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"

"ہیں، مجھے کیا ہوا ہے۔؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" انہوں نے کندھے اچکائے پھر مزید کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تھا کہ حارث آ کر ان کی ٹانگوں سے لپٹ کر بولا۔

"پاپا آئس کریم۔"

"آئس کریم۔" وہ حارث کو بازوؤں میں اٹھا کر بولے۔ "ابھی منگواتا ہوں۔"

"میں بھی جاؤں گا۔"

"آپ کہاں جاؤ گے۔"

"پلے لینڈ گڑیا بھی جائے گی اور مس بھی۔" حارث نے کہا تو وہ مجھے دیکھتے ہوئے بولے۔

"آپ چلی جائیں فریش ہو جائیں گی۔" میں نے اداسی میں سر ہلا دیا بولی کچھ نہیں تو وہ حارث سے کہنے لگے۔

"آپ کی مس منع کر رہی ہیں۔ پھر کسی دن میں آپ کو لے جاؤں گا۔ ابھی آپ یہیں کھیلو۔"

"نا ئیں۔" حارث بسورنے لگا تو میں بلا ارادہ بول پڑی۔

"آئندہ پر کیوں ٹالتے ہیں آپ ابھی لے جائیے۔"

"ابھی میں نہیں جا سکتا۔ مجھے کام۔" انہوں نے بات ادھوری چھوڑ کر ڈرائیور کو پکار لیا پھر حارث سے کہنے لگے۔

"کون سی آئس کریم۔"

"میں بھی جاؤں گا۔" حارث کی وہی رٹ تھی۔

"ضد نہیں کرتے بیٹا! ابھی پاپا کو کام ہے۔" وہ بہت پیار سے حارث کو سمجھانے لگے اور میں ایک بار پھر کھو گئی۔

"کون کہہ سکتا ہے کہ اس شخص نے نشی پر کوئی ظلم کیا ہو گا۔"

"آپ کیا سوچنے لگیں۔" انہوں نے ٹوکا تو میں گہری سانس سینے کے اندر روک کر بولی۔

"میں لے جاؤں بچوں کو۔"

"تھینک یو تھینک یو سو مچ۔" انہوں نے بہت زیادہ ممنونیت کا اظہار کیا پھر جیسے والٹ نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔ "یہ آئس کریم اور تفریح وغیرہ کے لیے۔"

میں نے قدرے جھجکتے ہوئے ان کے ہاتھ سے والٹ لے لیا پھر دونوں بچوں کو لے کر گاڑی میں آ بیٹھی اور ڈرائیور سے الہ وین پارک چلنے کا کہہ کر شیرازی کو دیکھا۔ وہ اندر جا رہے تھے۔ پتا نہیں کیوں اس وقت وہ مجھے بہت مضمحل لگے حالانکہ کچھ دیر پہلے بچوں کے ساتھ قہقہے لگا رہے تھے۔ میں بالکل غیر ارادی طور پر انہیں سوچے گئی۔ راستے کا پتا ہی نہیں چلا۔ جب گاڑی رکی اور بچوں نے شور مچایا تب میں چونکی تھی۔

پھر جب تک بچوں نے تھک کر خود ہی واپس چلنے کا نہیں کہا میں انہیں لے کر ٹہلتی رہی۔ دو تین جھولوں پر بھی انہیں بٹھایا۔ آئس کریم بھی کھلائی اور ایک جگہ بیٹھ کر میں نے حارث سے اس کی ممی اور پاپا سے متعلق بہت سے سوال کیے، لیکن وہ کسی ایک کا بھی صحیح جواب نہیں دے سکا۔ جس سے مجھے بہت مایوسی ہوئی۔ حالانکہ میں خود نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ میں کیا جاننا چاہتی ہوں۔ شاید کوئی ایسی بات جس سے پتا چلتا کہ شیرازی نشی کو نکال کر پچھتا رہے ہیں اور اس کی واپسی کے منتظر ہیں۔ لیکن حارث ابھی بہت چھوٹا تھا۔ کچھ نہیں بتا سکا۔

پھر بھی رات دیر تک میں یہی سوچتی رہی کہ شیرازی ضرور اپنے کیے پر پچھتا رہے ہوں گے، جب ہی تو اتنے چپ چپ سے رہتے ہیں۔ پھر میں نے سوچا کہ میں خود ہی کسی دن ان کے سامنے بچوں کی ماں کا ذکر چھیڑوں گی اور اس پر ان کا جو ردعمل ہو گا اس سے

معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔

"بے چاری نشی خدا کرے وہ دوبارہ اپنے گھر میں آباد ہو جائے۔" میں نے دل سے دعا کی۔ پھر اٹھ کر کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

اصل میں سارا دن سوئی تھی اس لیے اب نیند کا کچھ پتا نہیں تھا کتنی رات بیت گئی تھی۔ میں کچھ دیر اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرتی رہی' پھر اکتا کر اپنی جگہ پر آ کر لیٹی تھی کہ معاً" مجھے اس بوڑھی عورت کا خیال آیا جسے کل میں نے اوپر ساکت لیٹے دیکھا تھا۔

"کون ہیں وہ۔" میرا ذہن اس میں الجھ گیا اور پھر میں اس وقت کمرے سے نکل کر بہت احتیاط سے سیڑھیاں چڑھتی اوپر آئی وہ اسی طرح ساکت لیٹی تھیں' کھلی آنکھوں میں بھی کوئی حرکت نہیں تھی۔ بس سانسوں کی آمد و رفت محسوس ہو رہی تھی۔ میں بہت احتیاط سے ان کے قریب بیٹھ گئی اور جھک کر اپنا چہرہ ان کی آنکھوں کے سامنے کرتی ہوئی بولی۔

"السلام علیکم۔" میری آواز سے بھی ان میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔

"میرا نام ثوبیہ ہے۔ میں یہاں بچوں کی گورنس ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

"دادی۔" یہ آواز میرے عقب سے آئی تھی میں اچھل کر کھڑی ہوئی اور شیرازی کو دیکھ کر سچ مچ میرے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ ان کی آنکھوں میں انتہا درجے کی خشونت تھی۔ سختی سے ہونٹ بھینچے یقیناً" ضبط کر رہے تھے۔

"وہ میں۔۔۔" میں نے تھوک نگلتے ہوئے بولنے کی کوشش کی تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کے میری اس کوشش پر بند باندھ دیا پھر باہر چلنے کا اشارا کرتے ہوئے مجھ سے پہلے کمرے سے نکل گئے۔

میں بمشکل خود کو گھسیٹتی ہوئی ان کے پیچھے سیڑھیاں اتر کر آئی اور چاہا کہ سیدھی اپنے کمرے میں چلی جاؤں' لیکن انہوں نے ایک دم سامنے آ کر میرا راستہ روک لیا پھر ٹھہرے ہوئے سرد لہجے میں بولے۔

"میں نے آپ سے کہا تھا آپ صرف اپنے کام سے کام رکھیں۔ گھر کے دوسرے معاملات میں میں آپ کی دخل اندازی پسند نہیں کروں گا۔ اتنی جلدی آپ یہ بات بھول گئیں۔"

میں نے مجرمانہ سے انداز میں سر جھکا لیا' حالانکہ میرے نزدیک یہ کوئی جرم نہیں تھا۔

"کیوں گئی تھیں آپ اوپر؟" اس بار ان کا لہجہ چبھتا ہوا اور تیز تھا۔

"وہ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ بس یونہی کمرے سے نکلی تو۔ آئی ایم سوری۔"

میں نے کہا تو وہ کچھ دیر مجھ پر نظریں جمائے کھڑے رہے پھر یہ کہتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھے تھے۔

"آئندہ ایسی جرات مت کیجیے گا۔"

"اف اگر اس شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں یہاں کس مقصد سے آئی ہوں تو یہ پتا نہیں میرا کیا حشر کرے گا۔" میں کھولتی ہوئی آ کر اپنے بیڈ پر ڈھے گئی۔ کیونکہ میں ایسے لہجوں کی عادی نہیں تھی اس لیے مجھے بہت غصہ آ رہا تھا اور دل چاہ رہا تھا ابھی اپنے گھر چلی جاؤں۔ لیکن ایگریمنٹ کی زنجیر پاؤں میں تھی۔ یعنی ایک مہینہ پہلے مجھے بتانا پڑے گا کہ وہ کوئی دوسرا انتظام کر سکیں۔

"سر! میں ٹھیک ایک مہینے بعد یہاں سے چلی جاؤں گی۔" اگلے دن ان کے آفس جانے سے پہلے ہی میں نے انہیں مطلع کیا تو ان کے ہونٹوں پر جتانے والی مسکراہٹ پھیل گئی کہ میں آئندہ زندگی میں کیا کروں گی اور میں کچھ بھی کروں یہاں نہیں رہ سکتی تھی اس لیے ان کی مسکراہٹ نظر انداز کر گئی تو قدرے توقف سے وہ کندھے اچکا کر بولے تھے۔

"اوکے' ایز یو لائک۔"

پھر ان کے آفس جاتے ہی میں نے روز کی طرح پہلے امی کو فون کیا' لیکن ان سے زیادہ بات نہیں ہو سکی۔ کیونکہ اسکول میں پیریڈز ڈے تھا اور وہ مصروف تھیں' بس سلام دعا البتہ جلدی واپس آنے کی تاکید کرنا نہیں بھولی تھیں۔ اس کے بعد میں نے نشی کے نمبر ڈائل کیے اور جیسے ہی اس نے میری آواز سنی

فوراً" پوچھا۔

"تم لاہور سے کب آئیں؟"

"میں لاہور نہیں گئی نشی! یہیں ہوں۔" میں نے کہا تو وہ نا سمجھنے والے انداز میں بولی۔

"کیا مطلب؟ ابھی کل ہی تو تمہاری امی نے بتایا کہ تم لاہور گئی ہوئی ہو۔"

"ہاں وہ میں نے امی سے کہلوایا تھا۔"

"کیوں' کیا تم مجھ سے ملنا نہیں چاہتیں۔!" اس کے فوراً" ٹوکنے پر میں جز بز سی ہو کر بولی۔

"یہ بات نہیں ہے نشی۔"

"پھر' پھر کیا بات ہے؟" ادھر وہ الجھ رہی تھی۔

"تم ناراض تو نہیں ہو گی؟۔"

"نہیں' تم بتاؤ تو۔" اسے جاننے کی جلدی ہو رہی تھی میں نے کچھ دیر سوچا پھر ڈرتے ڈرتے بولی تھی۔

"وہ ایسا ہے نشی! کہ میں اس وقت تمہارے گھر میں ہوں تمہارے بچوں کے پاس۔"

"کیا؟" وہ بہت زور سے چیخی تھی۔

"میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا وہاں جانے کو۔ تم نے میری بات نہیں مانی بس اب آئندہ کبھی مجھ سے بات نہیں کرنا۔"

"نشی کشی پلیز! میں بچوں کو تمہارے پاس لانا چاہتی ہوں۔"

میں نے نرمی سے کہا' لیکن ادھر اس نے فون پٹخ دیا تھا اور میری سمجھ میں نہ آیا کیا کروں۔ جس کے لیے اپنا گھر چھوڑ کر یہاں آئی تھی وہی ناراض ہو گئی تھی۔ حالانکہ اسے خوش ہونا چاہیے تھا یا کم از کم اتنا تو ضرور پوچھتی کہ میرے بچے کیسے ہیں۔

"کیا اسے بچوں سے زیادہ میری فکر ہے۔" میں نے سوچا اور میرا سر آپ ہی آپ نفی میں ہلتا گیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

جیسا کہ شرائط میں تھا کہ میں ہفتے میں ایک بار اپنے کسی بھی کام سے دو گھنٹے کے لیے جا سکتی ہوں تو اس چھٹی کے دن میں امی کے پاس چلی آئی۔

"شاباش' بہت اچھا کیا۔ تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے دوسروں کے معاملات میں پڑنے کی۔"

امی مجھے دیکھتے ہی بولیں۔ شاید وہ یہ سمجھ رہی تھیں کہ میں جاب چھوڑ کر آ گئی ہوں اور جب میں نے بتایا کہ میں صرف دو گھنٹے کے لیے آئی ہوں تو خفا ہونے لگیں۔

"آپ ناراض نہیں ہوں امی' میں نے نوٹس دے دیا ہے۔ بس یہ مہینہ ختم ہونے پر میری جاب بھی ختم ہو جائے گی۔" میں نے امی کو ایگریمنٹ والی مجبوری بتا کر کہا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر قدرے توقف سے پوچھنے لگیں۔

"کیسے ہیں نشی کے سسرال والے؟"

"سسرال والے' کوئی لمبا چوڑا سسرال تو نہیں ہے اس کا۔ بس ایک ساس ہے اور وہ بھی بیمار اوپر ایک کمرے میں پڑی ہوئی ہیں اور سوائے ڈاکٹر کے کسی کو ان کے کمرے میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔" میں نے بتایا تو امی حیرت سے بولیں۔

"ہائیں' نہیں کیا ہوا۔ وہ تو بہت اچھی صحت مند خاتون تھیں۔"

"اب نہیں ہیں۔"

"اور نشی کے دیور' نند وہ کہاں ہیں؟"

"پتا نہیں' میں نے تو کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔ ہو سکتا ہے کہیں باہر ہوں امریکہ' لندن وغیرہ' نشی بھی تو شادی ہوتے ہی باہر چلی گئی تھی۔"

میں نے قیاس ظاہر کرتے ہوئے کہا تو امی پر سوچ انداز میں سر ہلانے لگیں۔

پھر یہ تھوڑا سا وقت یونہی ادھر ادھر کی باتوں میں گزر گیا اور میں امی سے اگلے ہفتے آنے کا کہہ کر واپس آئی تو دونوں بچوں نے میرے بارے میں پوچھ پوچھ کر ملازمہ کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اسے چھوڑ کر میرے پاس بھاگے چلے آئے۔

"مس آپ کہاں گئی تھیں؟" حارث نے میرا دوپٹہ ہلا کر پوچھا۔

"میں اپنے گھر گئی تھی۔ اپنی امی کے پاس۔" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ پھر ایک خیال کے تحت حارث کو

قریب کھینچ کر پوچھنے لگی۔
"تم اپنی امی کے پاس جاؤ گے۔؟"
"ہاں۔۔۔"
"اپنے پاپا سے کہو تمہیں امی پاس لے جائیں۔ کہو گے نا!" میں نے بہت پیار سے سکھایا تو وہ اثبات میں سر ہلانے لگا۔

♥ ♡ ♡ ♥

یونہی کچھ دن سرک گئے۔ میں حقیقتاً" دن گن رہی تھی کہ جلد میری معیاد ختم ہو اور میں واپس جاؤں۔ کیونکہ جو مقصد لے کر آئی تھی وہ پورا ہوتا نظر نہیں آرہا تھا۔ گو کہ میں ابھی بھی اس کوشش میں تھی کہ ایک بار ہی بچوں کو نشی سے ملا دوں، لیکن نشی میری بات ہی نہیں سن رہی تھی۔ میری آواز سنتے ہی فون بند کر دیتی اور اس کا اس درجہ تنفر میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

اس وقت میں یہی سوچ کر بلکہ الجھ رہی تھی کہ میں نشی کو کتنی عزیز سہی بچوں سے بڑھ کر تو نہیں ہو سکتی۔ پھر وہ ان کے بارے میں کیوں نہیں پوچھتی۔ یہ کیوں نہیں کہتی کہ میں کسی بہانے بچوں کو اس کے پاس لے جاؤں۔ میں جتنا سوچتی اسی قدر الجھتی جا رہی تھی کہ معاً" مجھے اپنی پیشانی پر بے نام سی تپش کا احساس ہوا، کچھ چونک کر سر اونچا کرتے ہی براہ راست شیرازی کی نظروں کی گرفت میں آکر بری طرح کنفیوز ہو گئی۔ اندر کی دنیا الگ تہہ و بالا ہو رہی تھی۔ بمشکل خود پر قابو پا کر اٹھنے لگی کہ وہ آگے آکر پوچھنے لگے۔

"بچے کہاں ہیں؟"

"لاؤنج میں، ٹی وی دیکھ رہے ہیں۔" میں ان کی دلکش مسکراہٹ سے نظریں چرا کر بولی۔

"آپ کو ٹی وی سے کوئی دلچسپی نہیں؟" وہ جانے کس موڈ میں تھے۔ شاید میری گھبراہٹ سے محظوظ ہو رہے تھے۔ میں نے جواب نہیں دیا تو کہنے لگے۔

"جائیے بچوں کو لے آئیں، انہیں باہر چلتے ہیں۔"

"جی!" میں نے کچھ حیران ہو کر دیکھا، لیکن وہ اپنی بات کہہ کر وہیں سے پلٹ گئے تھے اور میری سمجھ میں نہیں آیا کیا کروں اندر آکر بچوں کو تیار کیا پھر یہ کہہ کر بھیج دیا کہ پاپا تمہیں گھمانے لے جا رہے ہیں اور خود نشی وی کے سامنے بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد ہی شیرازی نے آ کر پہلے ٹی وی کا بٹن آف کیا پھر مجھے دیکھ کر بولے۔

"چلیں۔"

"سوری، میں نہیں جانا چاہتی۔" میں نے صاف منع کر دیا۔

"بہت سی باتیں، بہت سے کام نہ چاہتے ہوئے بھی کرنے پڑتے ہیں، بچوں کی خاطر کچھ دیر کے لیے خود پر جبر کر لیجیے۔" انہوں نے کہا تو میں بلا ارادہ بولی تھی۔

"آپ کو بچوں کا خیال ہے۔؟"

"مجھے صرف ان ہی کا خیال ہے۔" انہوں نے یقین سے کہا۔

"غلط کہہ رہے ہیں آپ، جھوٹ بول رہے ہیں۔ اگر آپ کو بچوں کا خیال ہوتا تو انہیں ماں سے الگ نہ کرتے۔"

میں ایک دم جذباتی ہو کر بول رہی تھی اور اسی حساب سے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"کون ہیں آپ۔۔۔؟" وہ خاصے جارحانہ انداز میں میری طرف بڑھتے ہوئے بولے۔ "کیسے جانتی ہیں آپ بچوں کی ماں کو، کیا تعلق ہے آپ کا اس سے۔"

"مم میں۔" مجھے ان کے تیوروں نے دہلا کر رکھ دیا۔

"جواب دیں ثوبیہ ورنہ۔"

ان کا بس نہیں چل رہا تھا کیا کر ڈالیں اور میں نے ایک پل میں سوچ ڈالا کہ کیا بگاڑ لیں گے یہ میرا، گھر سے نکالیں گے۔ میں خود کون سا رکنا چاہتی ہوں اور اس کے ساتھ ہی میں بہت جرات سے ان کے مقابل کھڑی ہو گئی۔

"میں نشی کی دوست ہوں۔ مجھ سے اس کا اپنے بچوں کے لیے رونا تڑپنا دیکھا نہیں گیا اور میں یہ سوچ کر یہاں آئی تھی کہ بچوں کو اس سے ملوا دوں گی۔"

"ملوا دیا۔" ان کی پیشانی پر بے شمار شکنیں تھیں۔

"ابھی تک۔ موقع نہیں ملا۔"

"غلط، سارا دن بچے آپ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ آپ چاہتیں بلکہ کوشش چاہتی تو آپ روزانہ بچوں کو اس کے پاس لے جا سکتی تھیں۔"

نشی کا نام لیتے ہوئے ان کے لہجے میں زہر گھلا تھا اور کو کہ وہ ٹھیک کہہ رہے تھے لیکن اس سے کیونکہ وہ میری پوزیشن اگور ڈ ہو رہی تھی اس لیے میں نے نہیں جھٹلا دیا۔

"نشی صرف آپ سے خائف ہے۔"

"مجھ سے۔" وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے طنز سے بولے۔ "وہ اپنے شوہر سے خائف نہیں ہوئی مجھ سے کیوں ہو گی۔"

"شوہر سے؟" میں چکرا گئی۔ "آپ اس کے شوہر۔"

"شٹ اپ۔" انہوں نے ٹوکا تھا کہ حارث بھاگتا ہوا آگیا۔ وہ سر جھٹک کر حارث کی طرف متوجہ ہوئے پھر اسے اٹھا کر باہر نکل گئے۔ تو میں بے دم سی ہو کر صوفے پر ڈھے گئی۔ میرا ذہن ماؤف ہو رہا تھا اور بدن سن ہو جانے کب تک میں ایسے ہی پڑی رہتی کہ ملازمہ چائے لے کر آگئی اور مجھے اس طرح دیکھ کر تشویش سے پوچھنے لگی۔

"بی بی کیا ہوا ہے۔؟"

اس کی آواز سے میرا ذہن قدرے بیدار ہوا تو میں نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بالوں میں پھنسا کر سر کو زور سے جھٹکا دیا پھر کچھ ریلیکس ہو کر ملازمہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ لے کر بولی۔

"بیٹھ جاؤ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"جی بی بی!" وہ میرے سامنے نیچے کارپٹ پر بیٹھ گئی تو میں نے چائے کے دو تین سپ لینے کے بعد پوچھا۔

"تم کب سے یہاں کام کر رہی ہو۔"

"پچھ آٹھ مہینے ہو گئے ہیں جی۔"

"پچھ آٹھ مہینے۔" میں نے سوچتے ہوئے انداز میں دہرایا۔

"جی۔"

"اچھا جب تم آئی تھیں تب یہاں کون کون تھا؟"

"بس ایک آپ نہیں تھیں اور تو سب تھے۔"

"سب کون حارث اور گڑیا کے ماں باپ تھے۔" میں نے فوراً" پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"نہیں جی، ماں کو میں نے نہیں دیکھا۔"

"باپ کو دیکھا ہے؟"

"جی بی بی! باپ تو یہی ہیں اپنے صاحب۔" اس نے یوں کہا جیسے تم جانتی تو ہو۔

"نہیں۔"

میں کہنے جا رہی تھی کہ یہ باپ نہیں ہیں، لیکن پھر خاموش ہو گئی۔ البتہ اپنے آپ الجھنے لگی تھی کہ شیرازی بچوں کے باپ نہیں تو پھر کون ہیں اور یہ کہ بچوں کا باپ کہاں ہے۔ کچھ دیر میں ان ہی باتوں میں الجھتی رہی۔ پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں آئی اور جلدی جلدی اپنی چیزیں سمیٹنے لگی، کیونکہ مجھے اب یہاں ڈر لگنے کے ساتھ اپنا آپ غیر محفوظ لگنے لگا تھا اور شیرازی کے آنے سے پہلے میں یہاں سے نکل جانا چاہتی تھی۔ گہری رات کی سیاہی نے پر پھیلا دیے تھے پھر بھی میں نے پروا نہیں کی اور اسی وقت بیگ لے کر وہاں سے نکل آئی تھی۔

عمران ڈائجسٹ کا ایک حیرت انگیز سلسلہ
ایئر ہوسٹس
اب دو حصوں میں شائع ہو گئی ہے،
قیمت فی حصہ پر ہر روپے، مکمل پر ۱۰ روپے
مکتبہ عمران ڈائجسٹ، ۲۱ اردو بازار کراچی

کی کوشش کی لیکن وہ نہیں مانی اور کورٹ سے رجوع کر کے طلاق حاصل کرلی۔

اور اس کے اس اقدام نے آصف بھائی کی جان لے لی۔ مزید جب میں ان کی ڈیڈ باڈی لے کر یہاں آیا تو انہیں دیکھ کر ممی جو سکتے میں آئیں تو ابھی تک اسی حالت میں پڑی ہیں۔ تم شاید انہیں دیکھ چکی ہو۔"

آخر میں انہوں نے مجھے دیکھ کر غالباً" اپنی بات کی تصدیق چاہی تھی۔ لیکن میں کہاں اس قابل رہی تھی۔ بولنا تو دور کی بات ذرا سا سر بھی نہیں ہلا سکی۔ جبکہ میرے اندر دکھ کے ساتھ ندامت اور اپنے لیے ملامت بھی تھی۔

"بہرحال تم جس مقصد سے یہاں آئیں اور ابھی بھی جس کوشش میں ہو اس میں تم کبھی کامیاب نہیں ہو گی اس لیے نہیں کہ میں نہیں چاہتا بلکہ نشی نہیں چاہتی۔ تمہیں اگر اکسانے کا اتنا ہی شوق ہے تو نشی کو اکساؤ اس کی ماما تبیدار کرو۔ تم جس روز اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گئیں، میں اسی دن بچے نشی کے حوالے کردوں گا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔"

آخر میں ان کا لہجہ بہت مضبوط ہو گیا تھا اور پھر ایسے ہی مضبوط قدم اٹھاتے وہ کمرے سے نکل گئے تو میں ضبط کا دامن چھوڑ کر ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر روپڑی اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ کتنی دیر بعد جب آنسو تھم گئے تب میں نے وہ ساری تصویریں جو میرے ہاتھوں سے پھسل کر ادھر ادھر بکھر گئی تھیں جمع کر کے اپنے بیگ میں رکھیں پھر جانے کس چیز کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے میری نظریں کارنر پر رکھی بڑی سی تصویر پر ٹھہر گئیں۔ وہ یقیناً" آصف شیرازی تھے۔ میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا تھا پھر بھی میرا دل ان کی جواں مرگی پر دکھ سے بھر گیا۔ آنکھوں میں پھر سے آنسو جمع ہونے لگے تو میں کمرے سے نکل آئی اور سیڑھیاں اترتے ہوئے میں نے سوچا کہ کہیں رکے بغیر سیدھی باہر نکل جاؤں گی لیکن پھر مجھ سے رہا نہیں گیا بچوں کے کمرے کا دروازہ کھول کر حارث کو پکارا تو آواز پر دونوں بچے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن پھر مجھے دیکھتے ہی حارث گڑیا سے بولا۔

"مس کے پاس نہیں جانا۔ مس گندی ہیں۔"

"میں واقعی بہت بری ہوں۔" اس نے سوچا اور قریب جا کر زبردستی گڑیا کو گود میں اٹھا لیا تو حارث چلانے لگا۔

"پاپا! پاپا!"

"بری بات۔" میں نے ٹوکا تھا کہ فوراً" ہی شیرازی آگئے اور مجھے دیکھ کر وہیں دروازے کے پاس رک کر بولے۔

"کیا بات ہے بیٹا؟"

"پاپا مس گڑیا کو لے جائیں گی۔" حارث کا انداز خبردار کرنے والا تھا۔

میں سمجھ گئی کہ اسے یہی کہہ کر ڈرایا گیا ہے کہ اگر اس نے مجھ سے بات کی تو میں گڑیا کو اس سے چھین لے جاؤں گی۔

"نہیں بیٹا! کوئی نہیں لے جا سکتا گڑیا کو۔" شیرازی نے آگے آکر میری گود سے گڑیا کو لے کر حارث کے پاس بٹھایا پھر مجھ سے بولے۔

"باہر ڈرائیور موجود ہے آپ کو گھر چھوڑ آئے گا۔"

"شکریہ میں خود جا سکتی ہوں۔" میں کہہ کر تیزی سے باہر نکل آئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

جب میں گھر پہنچی پانچ بج رہے تھے اور مجھے یونیورسٹی سے آنے میں اتنی دیر کبھی نہیں ہوئی تھی، جب ہی امی بہت پریشان سی بالکونی میں کھڑی میری راہ دیکھ رہی تھیں۔ فوراً" نیچے آکر گیٹ کھولتے ہی سوالوں کی بوچھاڑ کردی۔

"تم ٹھیک تو ہو۔ ابھی تک یونیورسٹی میں تھیں یا کہیں اور چلی گئی تھیں۔ ایک تو مجھے تمہاری دوستوں کا بھی پتا نہیں ہے ایک صرف نشی کے فون کیا تو وہ الگ پریشان ہو گئی۔"

"افوہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے امی! بس لائبریری میں نوٹس بنانے بیٹھی تو وقت کا پتا ہی نہیں

چلا۔" میں نشی کے نام پر چڑ کر بولی اور دو دو سیڑھیاں پھلانگتی اوپر اپنے کمرے میں آگئی۔ اس وقت مجھے صرف تنہائی چاہیے تھی اور کچھ نہیں لیکن کچھ دیر بعد ہی امی چائے لے کر آگئیں اور کپ میری طرف بڑھانے سے پہلے بولیں۔

"اگر کھانا کھانا چاہو تو پہلے۔"

"نہیں بس چائے ٹھیک ہے۔"

میں نے فوراً" ان کے ہاتھ سے کپ لے کر ہونٹوں سے لگایا تب ہی فون کی بیل پر امی لابی میں چلی گئیں۔

گرم چائے سے میرے تنے ہوئے اعصاب کافی حد تک پرسکون ہو گئے تو میرا ذہن ہر بات نئے سرے سے سوچنے لگا، پہلے شیرازی کی باتیں پھر نشی اور میری سمجھ میں آیا کہ نشی مجھے وہاں جانے سے کیوں منع کر رہی تھی۔ اسے یہی خدشہ تھا کہ کہیں میں اس کی حقیقت نہ جان جاؤں۔ ورنہ اگر وہ بچوں کے لیے تڑپ رہی ہوتی تو خود مجھ سے کہتی میری منتیں کرتی لیکن وہ تو میرے جانے سے الٹا بگڑ گئی۔ جتنی پار میں نے فون کیا اس نے میری آواز سنتے ہی فون بند کر دیا۔ شیرازی ٹھیک کہہ رہے تھے کہ نشی نے موقع نہیں دیا۔ ورنہ میں بچوں کو اس کے پاس لے جا سکتی تھی اور وہ یہ بھی تو کہہ رہے تھے۔

"حیرت ہے آپ بچپن سے نشی کو جانتی ہیں پھر بھی اسے نہیں پہچانتیں۔"

اور میرا خیال ہے میں اسے بہت پہلے پہچان گئی تھی۔ کالج میں جب وہ مجھے چکر دے کر نکل جاتی تھی۔ میں سب جانتی تھی کہ وہ کہاں کہاں اور کس کس کے ساتھ جاتی ہے۔ لیکن میں نے کبھی اس سے پوچھا تھا نہ ٹوکا تھا کیونکہ میں جانتی تھی کہ جس روز میں نے اسے ٹوکا وہ مجھ سے کٹ جائے گی اور اے کاش کہ ایسا ہوا ہوتا تو آج اس کی وجہ سے مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ کیا سوچتے ہوں گے شیرازی کہ میں نشی کی دوست پتا نہیں کیسی ہوں گی اب لاکھ میں اس سے قطع تعلق کر لوں لیکن میں سخت مایوسی میں گھر گئی تھی۔

اور اگلے کتنے دن میں ایسی ہی کیفیت میں رہی۔ کسی بات کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ بس ایک خیال ذہن سے چمٹ کر رہ گیا تھا کہ نشی کی وجہ سے میرا اخلاق کردار میں خود مشتبہ ہو گئی ہوں اور وہ بھی اس شخص کی نظروں میں جو میرے لیے اتنا اہم ہو گیا تھا کہ میں اس کے علاوہ اور کسی کو سوچ ہی نہیں سکتی تھی۔ حالانکہ اس تمام عرصے میں اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جو مجھے خوش فہمی یا غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لیے کافی ہوتی۔ پھر بھی جانے کیوں مجھے لگتا کہ وہ مجھے ناپسند نہیں کرتا ہو گا اور اگر میرا نشی سے کوئی تعلق نہ ہوتا تو شاید بات پسندیدگی سے آگے جا سکتی تھی۔

بہرحال اس سارے قصے میں میں بری طرح ہرٹ ہو گئی تھی اور اس کے لیے میں کسی کو کیا دوش دیتی۔ خود اپنی مرضی سے گئی تھی۔ البتہ یونہی نہیں گئی تھی۔ نشی کے رونے تڑپنے سے متاثر ہو کر گئی تھی اور اب میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ جب نشی کو بچوں کی پروا نہیں تھی تو اس نے میرے سامنے ڈرامہ کیوں کیا تھا۔ اس وقت میں یہی سوچ رہی تھی کہ شیرازی کی بات یاد آئی۔ انہوں نے کہا تھا۔

"تمہیں اگر اکسانے کا اتنا ہی شوق ہے تو نشی کو اکساؤ اس کی ماما تبیدار کرو تم جس روز اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گئیں میں اسی دن بچے نشی کے حوالے کردوں گا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔"

اور میں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد نشی کو فون کر ڈالا۔ جب وہ لائن پر آگئی تو میں نے چھوٹتے ہی کہا۔

"نشی! تمہارے کیس کا کیا ہوا؟"

"کون سا کیس؟" اس نے پوچھا تو میں اپنی حیرت چھپا کر بولی۔

"وہ جو تم بچوں کے حصول کے لیے کرنے والی تھیں؟"

"وہ اصل میں میرا وکیل اپنے کسی کام سے اسلام آباد چلا گیا اور ابھی تک نہیں آیا۔ میں اس کا انتظار کر رہی ہوں۔" اس نے بتایا تو میں فوراً" بولی۔

"اس کا انتظار چھوڑو نشی! تم ایسے ہی بچے حاصل کر سکتی ہو۔"

"ایسے کیسے؟"

"شیرازی کو فون کر دو' وہ خود بچوں کو تمہارے پاس چھوڑ جائیں گے۔" میں نے کہا تو وہ طنز آمیز ہنسی کے ساتھ بولی۔

"کیوں ان سے اب سنبھالے نہیں جا رہے یا دوسری شادی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔"

"دوسری شادی۔" میں پہلے حیران ہوئی پھر فوراً سمجھ کر بولی "میں تمہارے شوہر کی بات نہیں کر رہی نشی! وہ بے چارے تو اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔"

"کیا؟ یہ تم کیا کہہ رہی ہو آصف شیرازی ــــ۔"

"ہاں آصف شیرازی کا اسی روز ہارٹ فیل ہو گیا تھا جس روز تم نے ان سے طلاق لی تھی۔"

میں نے بڑے آرام سے اس پر جتا دیا کہ میں سب جان گئی ہوں اور دوسری طرف ایک دم خاموشی چھا گئی تو کچھ انتظار کے بعد میں پکار کر بولی۔

"سنو نشی! مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تم نے کیا کیا' کیا نہیں کیا۔ اپنے اچھے برے ہر عمل کی تم خود ذمہ دار ہو۔ مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تم بچے لینا چاہتی ہو کہ نہیں۔"

"نہیں۔" اس کے صاف جواب پر میں بری طرح سلگ گئی' لیکن بولی کچھ نہیں تو چند لمحے توقف کے بعد وہ خود ہی کہنے لگی۔

"بچوں کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اس گھر میں رہیں۔ وہاں انہیں بے شک کچھ نہ ملے پھر بھی اچھے انسان بن جائیں گے جبکہ میں سب کچھ دے کر بھی انہیں اچھا انسان نہیں بنا سکتی۔ کیونکہ میرے ماضی کی پرچھائیاں مسلسل میرا تعاقب کر رہی ہیں اور میں نہیں چاہتی کہ اس کی لپیٹ میں میرے بچے آئیں۔ اس لیے میں یہاں سے دور امریکا جا رہی ہوں تم میرا ایک کام کرنا پلیز۔ بچوں سے کہنا ان کی ماں مر گئی۔"

بات ختم کرتے ہی اس نے ریسیور رکھ دیا اور میں گم صم کتنی دیر ریسیور تھامے کھڑی رہی۔

پتا نہیں نشی واقعی اپنے کیے نادم تھی یا پھر میری ہمدردی حاصل کرنے کے لیے ڈرامہ کر گئی تھی۔ مجھے بہرحال دکھ ہو رہا تھا۔ صرف اس پر ہی نہیں اس جیسی ساری عورتوں پر جو صرف بچے پیدا کرتی ہیں ماں نہیں بنتیں۔

"بیٹا! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیوں اتنی چپ چپ رہنے لگی ہو۔" امی نے مجھے سوچوں میں گم دیکھ کر ٹوکا تو میرے سینے سے آپ ہی آپ گہری سانس خارج ہو گئی۔

"کس بات سے پریشان ہو مجھے بتاؤ۔"

"نہیں کوئی بات نہیں۔" میں یہی کہہ سکتی تھی۔

"کوئی بات نہیں تو پھر ایسے چپ چاپ کیوں بیٹھی رہتی ہو۔ میں کتنے دنوں سے دیکھ رہی ہوں۔ اپنے آپ سے بے نیاز رہنے لگی ہو۔" امی نے میرے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

"کوئی نہیں' آپ کو خوامخواہ وہم ہو رہا ہے۔" میں پتا نہیں کیوں جھنجلا گئی۔ پھر ایک دم یاد آنے پر بولی۔ "وہ مجھے ایک دو کتابیں لینی ہیں آپ چلیں گی بازار۔"

"ابھی۔" امی سوچ میں پڑ گئیں۔

"چلیں آپ آرام کریں۔ میں چلی جاؤں گی بس پیسے دے دیں اور اگر آپ کو کچھ منگوانا ہو تو وہ بھی بتا دیں۔"

میں اپنے حلیے کا جائزہ لیتے ہوئے بولی تو امی نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کہاں جاؤ گی؟"

"یہیں حیدری۔"

"مجھے تو کچھ نہیں منگوانا۔ تم اپنے لیے لان کے سوٹ لے لینا۔"

امی کہہ کر پیسے لینے چلی گئیں تو میں نے جلدی جلدی بالوں میں برش کیا' پھر اپنا بیگ اٹھا کر باہر نکل آئی۔

حیدری مارکیٹ میرے گھر سے ایک اسٹاپ کے فاصلے پر تھی اور اس وقت میں نے بس کا انتظار نہیں

کیا۔ پیدل ہی چل پڑی تھی۔ پھر پہلے میں نے اپنی کتابیں لیں۔ اس کے بعد سوٹ دیکھتی ہوئی باہر نکل کر آئی تو اپنی عائب دماغی پر جھنجلا گئی کیونکہ میں مخالف سمت آ گئی تھی اور دوبارہ مارکیٹ سے گزر کر جانا مجھے اچھا نہیں لگا اس لیے میں نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور ابھی چند قدم چلی تھی کہ مجھے لگا جیسے کوئی مجھے پکار رہا ہے۔ غور کیا تو گڑیا کی آواز تھی۔ تب بہت بے چین ہو کر میں نے آواز کی سمت گردن موڑی تو وہ گاڑی میں نظر آئی۔ شیشے سے سر نکالے مسلسل مجھے پکارے جا رہی تھی۔ اس کے ساتھ حارث بھی تھا لیکن وہ دوسری سمت دیکھ رہا تھا۔ جبکہ ڈرائیونگ پر کوئی نہیں تھا۔

میں تیز قدموں سے گڑیا کے قریب پہنچ گئی اور جھک کر اسے گالوں پر پیار کیا پھر حارث کو پکارا تو اس نے مجھے دیکھتے ہی اپنا مخصوص جملہ کہا۔

"مس! آپ گندی ہو۔"

"اور آپ بہت اچھے بہت پیارے ہو۔"

میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کا کال چھوا پھر گڑیا کو پیار کر کے پیچھے ہٹتے ہوئے میرا پاؤں مڑ گیا' جس سے میرا توازن بگڑ گیا اور اس سے پہلے کہ میں گاڑی کا سہارا لیتی عقب سے کسی نے مجھے تھام لیا۔

"یا اللہ!" میں نے گھبرا کر دوبارہ قدم آگے بڑھایا اور گاڑی کا سہارا لے کر پلٹتے ہی شیرازی پر نظر پڑی تو میرا زور زور سے دھڑکتا دل یک لخت ٹھہر گیا تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟" انہوں نے پوچھنے کے ساتھ گاڑی کا دروازہ بھی کھول دیا' جس سے میں قصداً نظریں چرا کر بولی۔

"جی' آپ کیسے ہیں؟"

"بیٹھ جائیں۔" انہوں نے جواب دینے کے بجائے بیٹھنے کا اشارا کیا اور میرے پیچھے ہٹنے پر بولے۔ "مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"کیا بات؟"

"یہاں کھڑے ہو کر کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ بیٹھ جائیں یا پھر صاف منع کر دیں کہ آپ کو کچھ نہیں سننا۔"

وہ قدرے خفگی سے کہہ کر بچوں کی طرح متوجہ ہو گئے تو میں چپ چاپ بیٹھ گئی گو کہ مجھے کچھ کہنا سننا نہیں تھا لیکن انہیں خفا بھی نہیں کر سکتی تھی۔

"پاپا! مس ہمارے گھر جائیں گی۔" وہ جیسے ہی ڈرائیونگ پر بیٹھے حارث نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا۔

"نہیں بیٹا! ان کا اپنا گھر ہے۔ ہم انہیں وہاں چھوڑیں گے۔"

انہوں نے گاڑی ریورس کرنے پر توجہ مرکوز رکھ کر حارث کو جواب دیا اور جب سیدھے بیٹھے تو ایک نظر مجھ پر ڈال کر بولے۔

"راستہ آپ کو بتانا پڑے گا۔" میں نے یونہی سیدھا اشارا کر دیا تو کچھ دیر خاموش رہ کر وہ پوچھنے لگے۔

خواتین ڈائجسٹ کے شائع کردہ

چار نئے اور خوبصورت

ناول

- دل، دیا، دلبر، رفعت سراج 600 روپے
- وہ خبطی سی دیوانی سی' آسیہ سمیع قریشی 400 روپے
- جو چلے تو جاں سے گزر گئے' ماہ ملک 150 روپے
- ساگر، دریا، بادل، بوند' رضیہ بیگ 250 روپے

قیمت پیشگی منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ سے بھجوائیں

ڈاک خرچ اور پیکنگ فری

منگوانے کا پتہ

- مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی
- لاہور اکیڈمی 205 سرکلر روڈ لاہور

"آپ نشی کو اکسانے میں کہاں تک کامیاب ہوئیں؟"

"سوری میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔" میں نے سیدھے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"کیوں؟" ان کی پیشانی پر ہلکی سی لکیر نمودار ہوئی تھی اور مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو الٹا پوچھ لیا۔

"کیا واقعی آپ ایسا چاہتے ہیں؟"

"میں کیا چاہتا ہوں کیا نہیں 'میری بات چھوڑیں۔ آپ اپنی بات کریں' آپ کو بہت شوق تھا بچوں کو ان کی ماں سے ملوانے کا۔"

وہ پتا نہیں طنز کر رہے تھے یا تنگ میں، بہرحال جز بز سی ہو گئی۔

"ہاں' جب تک حقیقت سے بے خبر تھی اور اب اگر نشی کہے گی تب بھی میں ہرگز نہیں چاہوں گی کہ بچے اس سے ملیں' کیونکہ وہ کبھی اچھی ماں نہیں بن سکتی۔ ایسی ماں سے بہتر ہے کہ بچے کسی گورنس کی گود میں پرورش پائیں۔"

میں اپنی دھن میں بول کر خاموش ہو گئی پھر کچھ دیر بعد احساس ہوا کہ میری باتوں کے جواب میں انہوں نے کچھ نہیں کہا تب اس خیال سے کہ کہیں انہیں میری کوئی بات بری تو نہیں لگی۔ میں نے درزدیدہ نظروں سے انہیں دیکھا تو ان کے ہونٹوں پر بڑی دلکش مسکراہٹ نظر آئی' جبکہ آنکھیں کسی خوب صورت خیال سے چمک رہی تھیں اور میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان کا موڈ اچانک کیسے بدل گیا ہے۔

"عجیب دھوپ چھاؤں جیسا ہے یہ شخص۔" میں نے سوچا اور موڑ پر اندر جانے کی بجائے وہیں گاڑی روکنے کا کہہ دیا تو انہوں نے اپنے خیال سے چونک کر گاڑی روک دی پھر کچھ حیرت سے ادھر ادھر دیکھ کر پوچھنے لگے۔

"یہاں کہاں؟"

"بس ادھر چند قدموں کے فاصلے پر میرا گھر ہے میں چلی جاؤں گی۔"

میں نے بائیں سمت اشارا کرتے ہوئے کہا تو انہوں نے فوراً" گاڑی اسی طرف موڑ دی اور میرے اشارے پر گھر کے سامنے گاڑی روکتے ہی کہنے لگے۔

"صبح اخبار ضرور دیکھ لیجیے گا۔"

"کیوں؟" میں نے یوں دیکھا جیسے کوئی خاص خبر اور وہ بہت سنجیدگی سے سر ہلا کر بولے۔

"میں ابھی ایڈ دینے جا رہا ہوں گورنس کے لیے۔"

"آئی ایم سوری۔" میں اترنے لگی کہ انہوں نے روک دیا۔

"اس بار میں نے شرائط تبدیل کر دی ہیں آپ پلیز سن لیں اس کے بعد منع کیجیے گا۔"

میں ناچار ان کی طرف متوجہ ہو گئی تو وہ اس سنجیدگی سے بولے۔

"بچوں کی گورنس بننے سے پہلے کچھ شرعی مراحل طے کرنے ہوں گے۔"

"شرعی مراحل؟" میں سمجھی نہیں۔

"ہاں اس بار میں تمہیں ہمیشہ کے لیے پابند کر دینا چاہتا ہوں' یعنی مستقل ایگریمنٹ تاکہ تم ذرا ذرا سی بات پر جاب چھوڑنے کی دھمکی نہ دے سکو سمجھیں یا مزید سمجھاؤں۔"

انہوں نے شریر مسکراہٹ کے ساتھ میری آنکھوں میں جھانکنا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی میری پلکیں آپ ہی آپ جھک گئیں تو وہ آہستہ سے میرا ہاتھ دبا کر بولے۔

"تھینک یو ثوبیہ! اب میں بچوں کو اکساؤں گا کہ جلدی اپنی ممی کو لے آئیں۔"

"یا اللہ!" میں نے بوکھلا کر حارث اور گڑیا کو دیکھا پھر فوراً" اتر کر اندر آئی اور اپنے پیچھے گیٹ کھلا چھوڑ دیا کیونکہ میں جانتی تھی کہ شیرازی ابھی بچوں کو اکسانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

امی مجھے اس وقت دیکھ کر حیران اور کچھ پریشان بھی ہو گئی تھیں۔ لیکن اوپر آنے تک انہوں نے کوئی سوال نہیں کیا۔ جب میں بیگ رکھ کر ان سے لپٹ گئی تب پوچھنے لگیں۔

"تم ٹھیک تو ہو؟ اس وقت کیسے آئیں؟"

"بس چھوڑ آئی ہوں جاب۔" میں نے قصداً بے نیازی سے کہا۔

"بہت اچھا کیا میں تمہارے آنے کے دن گن رہی تھی کہ ہاں جس مقصد سے گئی تھیں اس میں کامیابی ہوئی کہ نہیں۔" امی نے خوشی کے اظہار کے ساتھ پوچھا۔

"نہیں میں نے بہت کوشش کی کہ ایک بار ہی بچوں کو نشی سے ملا دوں۔ لیکن۔" میں مایوسی سے نفی میں سر ہلانے لگی۔

"بے چاری نشی! بہت دنوں سے اس کا فون بھی نہیں آیا۔"

امی کو نشی پر ترس آرہا تھا اور میں منہ دھونے کے بہانے وہاں سے اٹھ گئی۔ کیونکہ صحیح صورت حال خود مجھے معلوم نہیں تھی تو انہیں کیا بتاتی۔ بہرحال میں آتو گئی تھی لیکن میرے اندر دھڑکا بھی تھا کہ میرے اس طرح چلے آنے پر شیرازی اسٹینڈ ضرور لیں گے۔ اس لیے کھانے سے فارغ ہوتے ہی میں ٹیلی فون کے آس پاس منڈلانے لگی اور مجھے زیادہ ویٹ رائٹ نہیں کرنی پڑی اس وقت نو بج رہے تھے جب فون کی بیل بجی۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ امی نماز کے لیے کھڑی ہو چکی تھیں۔

"ہیلو!" میں نے خود کو ہر بات کے لیے تیار کر کے ریسیور اٹھایا تھا۔

"تو آپ گھر پہنچ گئیں۔؟" انہوں نے میری آواز سنتے ہی کہا۔

"جی اور اللہ کا شکر ہے زندہ سلامت پہنچ گئی ہوں۔" وہ سامنے نہیں تھے اس لیے میں بڑے آرام سے کہہ گئی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"مطلب کو چھوڑیں یہ بتائیں فون کیوں کیا ہے۔؟" میں نے کہا تو وہ سیخ کر بولے۔

"آپ کا کیا خیال ہے، مجھے آپ سے بات کرنے کا شوق ہے۔"

میں کچھ نہیں بولی تو قدرے توقف سے پکار کر کہنے لگے۔

"ثوبیہ! فوراً" واپس آئیں کیونکہ ایگریمنٹ کی رو سے ابھی جاب کے پانچ دن باقی ہیں۔"

"ان کے عوض میں اپنی سیلری چھوڑ آئی ہوں۔" میرے پاس جواب موجود تھا، جسے انہوں نے ریجیکٹ کر دیا۔

"نہیں ایگریمنٹ میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ہے یا نہیں میں، بہرحال نہیں آسکتی۔"

"کیا صرف اس لیے کہ میں آپ کا مقصد جان گیا ہوں۔" انہوں نے کہا تو میں چڑ کر بولی۔

"میرا کوئی مقصد نہیں تھا۔"

"حیرت ہے۔ ابھی شام میں آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ۔۔۔؟"

"غلط کہا تھا میں نے۔" میں نے جلدی سے کہہ کر فون بند کر دیا اور کچھ دیر ان کے دوبارہ رنگ کرنے کے انتظار کے بعد میں نے نشی کے نمبر ڈائل کر ڈالے۔

"ہیلو!" تیسری بیل کے بعد نشی ہی کی آواز آئی تھی۔

"فون بند مت کرنا نشی میں جاب چھوڑ آئی ہوں۔" میں نے فوراً" کہا تو ادھر سے وہ بے نیازی سے بولی۔

"میں کیا کروں؟۔"

"تم مجھے صرف اتنا بتا دو تم اپنے بچوں سے کیوں نہیں ملنا چاہتیں۔"

"یہ تم سے شیرازی نے کہا ہوگا اور تم نے یقین کر لیا۔ جب اس کی ہر بات کا یقین کر چکی ہو تو پھر مجھ سے تصدیق یا تردید کیوں کروانا چاہتی ہو۔" وہ الٹا مجھ پر بگڑ گئی۔

"مجھ سے شیرازی نے کچھ نہیں کہا۔ میں نے

تمہارے رویے سے جانا ہے اور ہاں تم کس شیرازی کی بات کرتی ہو بچوں کے پاس جو شیرازی ہے، وہ ان کا باپ نہیں ہے۔" میں نے ایک دم یاد آنے پر کہا تو وہ ٹھٹک کر بولی۔

"پھر کون ہے؟"

"مجھے کیا پتا تم بتاؤ تمہارے بچے اپنے باپ کے علاوہ اور کسے پاپا کہتے ہیں۔"

"مجھے نہیں معلوم کیونکہ میں جب اس گھر سے نکالی گئی تب بچے بہت چھوٹے تھے یعنی بولنا نہیں سیکھا تھا۔" وہ الٹا غلطی ظاہر کرتی ہوئی کہنے لگی "ہو سکتا ہے احسن کو پاپا کہتے ہوں۔"

"لیکن وہ تو شیرازی تھے۔" میں نے کہا تو وہ نخوت سے بولی۔

"وہاں سب شیرازی ہیں" آصف شیرازی، احسن شیرازی اور ان کا باپ شیرازی۔ اب پتا نہیں تمہارا واسطہ کون سے شیرازی سے پڑا ہے۔ خیر گولی مارو شیرازیوں کو یہ بتاؤ وہاں تمہارے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں ہوئی؟"

"کیسی زیادتی؟" میں جو اس کی اتنی لمبی بات میں الجھ گئی تھی چونک کر پوچھا۔

"ویسی۔" اس کی معنی خیز ہنسی سے بری طرح سلگ کر میں نے ریسیور پٹخ دیا۔ اس کے بعد بھی مجھے چین نہیں آیا۔ کمرے میں آکر کتنی چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکیں پھر بیڈ پر گر کر رونے لگی اور جب امی نے نماز سے فارغ ہو کر میرے کمرے میں جھانکا تو میں سوتی بن گئی جب ہی وہ جاتے ہوئے لائٹ آف کرتی گئی تھیں۔

"کتنی کمینی ہے نشی! ضرور اس نے کوئی ایسی حرکت کی ہوگی جو میاں نے گھر سے نکال دیا۔"

میں کتنی دیر نشی کو برا بھلا کہتی رہی، جب دل ہلکا ہو گیا تو اپنے آپ میں نادم ہونے لگی کہ میں خوامخواہ نشی سے بدگمان ہو رہی ہوں وہ بے چاری پہلے ہی اتنی دکھی ہے۔ جو زیادتیاں اس کے ساتھ ہوئیں اس کے بعد وہ ایسی ہی باتیں کر سکتی ہے۔ پھر میں نے بھی تو اس کی بات نہیں مانی تھی۔ کون سا میں نے کمال کر لیا اس کے گھر جا کر الٹا بیوقوف بن گئی۔ پتا نہیں کسے اس کا شوہر سمجھتی رہی۔ آخر میں اپنی حماقت پر کڑھتے ہوئے میرا ذہن شیرازی میں الجھ گیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

پھر اگلے دن سے میری وہی روٹین شروع ہو گئی۔ موڈ ہوتا تو نیچے جا کر بچوں کی کوئی سی کلاس لے لیتی ورنہ سارا دن گھریلو کاموں میں گزر جاتا۔ مجھے لکھنے لکھانے کا بھی شوق تھا ایک اخبار کے مڈویک میگزین کے لیے اکثر فیچر لکھتی تھی اور تھوڑی بہت شاعری بھی کر لیتی تھی۔ یہ صرف میرے اپنے شوق تھے۔ فیچر تو کیونکہ چھپتے تھے اس لیے یونیورسٹی میں میری تمام ساتھیوں کو معلوم تھا، البتہ شعر و شاعری کا میں نے کسی کو نہیں بتایا تھا اور نہ ہی میرا کبھی اسے منظر پر لانے کا پروگرام تھا۔ کیونکہ میرا ہر شعر میری اپنی ذات سے منسوب تھا۔ میرے اپنے احساسات، کبھی میں بہت خوش ہوئی یا کبھی بہت اداس تو میری اپنی کیفیات میرے قلم سے نکلتی تھیں۔ پھر میں انہیں بہت سنبھال رکھتی۔ بہرحال اس وقت میں ایک فیچر لکھ رہی تھی کہ فون کی بیل پر میرا چلتا ہوا قلم رک گیا۔ میں اٹھ کر لابی میں آگئی۔

"ہیلو۔"

"السلام علیکم۔" دوسری طرف شیرازی تھے۔ میں ایک دم الرٹ ہو گئی اور صرف جواب دینے پر اکتفا کیا۔

"وعلیکم السلام۔"

"کیسی ہیں آپ؟" ان کے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جانے کیا تھا کہ میں کچھ بول نہیں سکی۔

"آپ نے جواب نہیں دیا۔ کیا پہچانا نہیں۔" انہوں نے ٹوک کر کہا۔

"جی پہچان لیا۔ کیسے کیسے یاد کیا؟" میں بظاہر سرسری انداز میں بول رہی تھی، ورنہ ان کی آواز سنتے ہی میرے اندر ایک نیا احساس انگڑائیاں لینے لگا تھا جسے میں کوئی نام تو کیا دیتی خود بھی نہیں سمجھ پا رہی

تھی۔

"وہ حارث اور گڑیا آپ کو بہت مس کر رہے ہیں۔" انہوں نے یاد کرنے کا سبب بتایا۔

"اور آپ۔" میں سوچ کر رہ گئی۔

"اگر آ سکیں تو۔" میری خاموشی پر وہ اس قدر بولے تھے۔

"سوری میں بالکل فارغ نہیں ہوں ایک دو دن میں میری کلاسز شروع ہونے والی ہیں۔ ویسے بھی آپ کو بچوں کو سمجھا دینا چاہیے کہ میں اب کبھی نہیں آؤں گی۔" میں نے کہا تو انہوں نے گہری سانس کھینچی۔

"ہاں۔" پھر پوچھنے لگے "آپ کو بچے یاد نہیں آتے؟"

"مجھے ان کا خیال آتا ہے۔"

"اوکے، میں نے آپ کو زحمت دی اس کے لیے معذرت۔"

"نیور مائنڈ۔"

میں فون رکھ کر واپس اپنی ٹیبل پر آ گئی، لیکن اب کچھ لکھنا مشکل تھا۔ کیونکہ مجھے حارث اور گڑیا شدت سے یاد آنے لگے تھے۔ پتا نہیں ان کے لیے کسی دوسری گورنس کا انتظام ہوا تھا یا نہیں۔

"نہیں ہوا ہو گا، جب ہی تو مجھے یاد کر رہے ہیں۔"

میں نے سوچا "اور شیرازی گورنس کا ہی کیوں سوچتے ہیں۔ ان کی ماں کو کیوں نہیں لے جاتے۔ کاش اب وہ بچوں کی خاطر ہی سہی نشی کو لے جائیں۔"

پتا نہیں کیوں میں اس سے ہٹ کر نہیں سوچتی تھی۔ حالانکہ نشی نے مجھے بہت ہانٹ کیا تھا پھر بھی میں چاہتی تھی کہ بچے اسے مل جائیں، کیونکہ میرے خیال میں بچوں کو جو محبت اپنی ماں سے مل سکتی تھی وہ دنیا کی کوئی اور عورت نہیں دے سکتی تھی۔ اس لیے میری ہر سوچ اسی بات پر ختم ہوتی تھی۔

پھر دو دن بعد یونیورسٹی کھل گئی تو میں اپنی پڑھائی میں مصروف ہو گئی۔ صبح یونیورسٹی جاتی اور دوپہر میں آتی تو کھانا کھاتے ہی لمبی تان کر سو جاتی۔ شام کا کچھ وقت امی کے ساتھ لگی رہتی، پھر رات کے کھانے کی تیاری اس کے بعد میں اپنی کتابیں لے کر بیٹھتی تو پھر نیند آنے پر ہی اٹھتی تھی۔

یونہی کتنے دن گزر گئے۔ زندگی اپنی مخصوص ڈگر پر چل رہی تھی کہ اس روز امی نے کچھ مہمانوں کے آنے کا بتا کر مجھے ٹھٹھکا دیا۔ میرا ٹھٹھکنا مہمانوں کی آمد پر نہیں بلکہ امی کے انداز پر تھا۔ جو جاتے جاتے کہہ گئی تھیں۔

"سلیقے سے آنا۔"

اور یہ کوئی انہونی بات نہیں تھی۔ بلکہ ایسی باتیں تو دل دھڑکایا کرتی ہیں، لیکن میرا دل جانے کیوں بجھنے لگا تھا۔ امی کی خاطر میں چائے لے کر ڈرائنگ روم میں چلی تو گئی، لیکن وہاں بیٹھی نہیں ٹرے رکھ کر فوراً واپس آ گئی۔ جسے امی نے یقیناً "میری شرم پر محمول کیا ہو گا، جبھی رات میں مجھے لڑکے کے بارے میں تفصیل سے بتانے بیٹھ گئیں۔

"بینک میں منیجر ہے۔ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا ہے۔ باقی سب کی شادیاں ہو گئی ہیں یعنی اس پر کوئی ذمہ داری نہیں۔"

"پھر بھی آپ منع کر دیں۔" میں نے کہا تو امی ایک دم خاموش ہو گئیں۔ پھر قدرے توقف سے پوچھنے لگیں۔

"کیوں منع کر دوں۔"

"بس مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔"

"ابھی نہیں، تمہارے امتحانوں کے بعد شادی رکھوں گی، ابھی بات تو طے ہو۔" امی یہی سمجھیں کہ میں اپنی پڑھائی کی وجہ سے منع کر رہی ہوں جب ہی اپنی طرف سے مجھے اطمینان دلایا۔

"نہیں بس آپ صاف منع کر دیں۔" میں نے الجھ کر کہا تو اس بار امی ٹھٹھک گئیں۔

"کوئی وجہ؟"

"کوئی وجہ نہیں۔"

"مجھ سے مت چھپاؤ بیٹا! میں صرف تمہاری ماں ہی نہیں دوست بھی ہوں۔ اگر تمہاری کسی کے ساتھ

انڈر اسٹینڈنگ ہے تو مجھے بتاؤ۔" امی نے نرمی سے کہا تو میں نے ان کی گود میں سر رکھ دیا، بولی کچھ نہیں کیونکہ مجھے جس شخص کا خیال آیا تھا، اس کے ساتھ میری انڈر اسٹینڈنگ نہیں تھی۔

اور اس رات میں نے اسے سوچنا شروع کیا تو مجھ پر ادراک ہوا کہ وہ جانے کب سے میری دھڑکنوں میں سمایا ہے اور میں جان کر بھی انجان بنی رہی، کیونکہ میں اسے نشی کا شوہر سمجھتی رہی تھی۔ بہرحال اب میں ان کی وجہ سے ایک اچھا پروپوزل ریجیکٹ کر رہی تھی۔ حالانکہ میں یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ ان کی سوچوں میں دنیا والوں میں کہیں میرا گزر ہے بھی کہ نہیں۔

اگلے روز یونیورسٹی سے آ کر میں نے شیرازی کے گھر فون ملایا۔ مجھے معلوم تھا وہ اس وقت گھر پر نہیں ہوتے اور مجھے ان سے بات نہیں کرنی تھی۔ صرف یہ معلوم کرنا تھا کہ انہوں نے حارث اور گڑیا سے میرے بارے میں کیا کہا ہے۔

"ہیلو میں حارث کی مس بات کر رہی ہوں۔" ملازمہ کی آواز سن کر میں نے کہا تو وہ پوچھنے لگی۔

"بی بی! آپ کہاں چلی گئی ہو؟"

"حارث کیا کر رہا ہے اسے بلاؤ۔" میں ملازمہ کی بات نظر انداز کر گئی۔

"اچھا جی!" ملازمہ وہیں سے حارث حارث پکارنے لگی تھی۔ کچھ دیر بعد حارث کی آواز آئی۔

"ہیلو۔"

"حارث! میں آپ کی مس ہوں۔" میں نے کہا تو ادھر سے وہ بغیر کسی اظہار کے اپنی کہنے لگا۔

"مس گڑیا گر گئی۔ اس کے منہ سے خون نکل آیا۔ دانت ٹوٹ گیا۔"

"یا اللہ یہ سب کب ہوا، کہاں سے گری تھی وہ؟" پریشانی میں میری آواز تیز ہو گئی تھی، جس سے غالباً وہ خائف ہو گیا جب ہی لرزتی آواز میں بولا۔

"مس! آپ گندی ہو۔"

"سوری بیٹا! رونا نہیں آپ اچھے بچے ہو۔" میں نے فوراً احساس ہونے پر اسے بہلایا۔ "اچھا یہ بتاؤ گڑیا کیا کر رہی ہے۔"

"سو رہی ہے۔"

"اچھا آپ بھی سو جاؤ شاباش۔" میں نے فون بند کر دیا۔

اور پھر پوری دوپہر میں پریشان پھرتی رہی۔ کبھی کمرے میں، کبھی لابی اور لابی سے بالکونی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کروں میرا ان بچوں سے کوئی تعلق نہیں تھا اور جن کا تعلق تھا وہ کتنے آرام سے تھے۔ ماں، باپ اور شیرازی، میرا دل چاہا ان سب کو لائن سے کھڑا کر کے گولی سے اڑا دوں۔ جو اپنی اپنی دنیاؤں میں مگن ہو کر بچوں کو بھول گئے تھے۔ شام تک میں ان سب کی بے حسی کا ماتم کرتی رہی اور رہی سہی کسر شیرازی نے پوری کر دی۔

"ہیلو!" فون کی بیل پر میں نے لابی میں آ کر ریسیور اٹھایا تھا کہ شیرازی کی غصے بھری آواز سنائی دی۔

"آپ نے فون کیوں کیا تھا؟"

"کیوں؟" میں پورے طور پر کچھ سمجھ نہیں سکی۔

"کوئی تعلق نہیں آپ کا اس گھر اور بچوں سے سمجھیں آپ۔" ان کا لہجہ ہنوز تھا۔ میں بری طرح تلملا کر چیخی۔

"میں پہلے سے سمجھتی ہوں۔ آپ کو سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے اور آپ ہوتے کون ہیں مجھ سے اس لہجے میں بات کرنے والے۔"

"شٹ اپ!" ادھر سے ریسیور پٹخ دیا گیا اور میرا دماغ جھنجھلا گیا۔

"اف میں اس شخص کو سوچتی ہوں اور یہ..... ٹھیک کہا تھا نشی نے بہت ظالم لوگ ہیں۔ کاش میں اس کی بات مان لیتی اور کبھی وہاں نہ جاتی۔ لیکن اب میں اس شخص کو ضرور مزہ چکھاؤں گی۔" میں نے سوچا تھا۔

اور اگلے روز سے میں نے معمول بنا لیا۔ یونیورسٹی سے آنے کے بعد حارث کو فون کرتی اور اس کی دلچسپی کی باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ اسے نشی کے بارے میں بتانے لگی۔

"تمہاری مما بہت اچھی ہیں۔ تم ان کے پاس جاؤ گے تو وہ تمہیں بہت پیار کریں گی بہت اچھے اچھے کھلونے دیں گی۔"

میری ایسی باتوں پر پہلے پہل حارث کوئی خاص توجہ نہیں دیتا تھا۔ پھر دھیرے دھیرے سننے کے ساتھ سوال بھی کرنے لگا۔

"مما کہاں ہیں؟"

"یہیں اس شہر میں' پاپا سے کہو تمہیں اور گڑیا کو ان کے پاس لے جائیں۔" میں نے بہت پیار سے اسے اکسایا۔

"مما مارتی ہیں؟"

"نہیں بیٹا! مما کبھی نہیں مارتیں اور پاپا تو آپ کو سارا دن اکیلا چھوڑ دیتے ہیں۔ مما ایسا نہیں کریں گی۔ وہ ہر وقت آپ کے ساتھ رہیں گی۔ پھر گڑیا کو چوٹ بھی نہیں لگے گی۔"

میں نے اسے مما کی اہمیت بتائی تو وہ خوش ہو کر بولا۔

"گڑیا کا دانت بھی نہیں ٹوٹے گا۔"

"ہاں؟" میں نے بمشکل ہنسی روک کر کہا۔ "بس تم پاپا سے ضد کرو۔ انہیں بہت تنگ کرو پھر وہ جلدی تمہیں مما کے پاس لے جائیں گے۔ سمجھ رہے ہو ناں۔"

ادھر سے کوئی جواب نہیں آیا تو میں پکار کر بولی۔

"حارث' کیا کر رہے ہو بیٹا۔۔۔! گڑیا کہاں ہے اچھا ایسا کرو۔۔۔"

میری بات ادھوری رہ گئی کیونکہ ادھر سے اس نے ریسیور رکھ دیا تھا بیچ تھا پتا نہیں کس کام میں لگ گیا تھا۔ میں باقی سبق اگلے دن پر ٹال کر سو گئی۔

شام میں اٹھی تو اس وقت نشی آ گئی۔ میں حیرت اور خوشی کی ملی جلی کیفیت میں گھری اس سے لپٹ گئی۔

"مجھے پتا تھا۔ تم زیادہ دن مجھ سے ناراض نہیں رہ سکتیں۔"

"میں ناراض تھی کب؟" اس نے بے نیازی سے کہا تو میں اچھل پڑی۔

"ہائیں ناراض نہیں تھیں تو فون کیوں بند کرتی تھیں۔"

"مجھے تمہاری حماقتیں سننے کا کوئی شوق نہیں تھا' خیر چھوڑو اس قصے کو یہ بتاؤ میرے بچے کیسے ہیں۔"

"بہت اچھے! بہت پیارے۔ بات کرو گی حارث سے۔" میں نے شوق سے کہا تو وہ چونک کر پوچھنے لگی۔

"کیا مطلب' حارث تمہارے پاس ہے؟"

"نہیں میں روزانہ اسے فون کرتی ہوں۔ چلو تمہاری بات کرا دوں وہ بہت خوش ہو گا۔"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا تو اس نے میرا ہاتھ کھینچ کر دوبارہ بٹھا دیا۔ پھر کہنے لگی۔

"نہیں ثوبیہ! اس کی آواز سن کر پھر مجھ سے رہا نہیں جائے گا اور بچہ بھی پریشان ہو جائے گا۔"

"یہ تو ہے۔" میں نے اس کی تائید میں سر ہلایا۔

"ویسے میں نے ایک وکیل سے بات کی ہے۔ وہ کیس تیار کر رہا ہے۔ پھر دیکھنا دونوں بچے میرے پاس آ جائیں گے۔" اس نے بتایا تو میں نے ایک دم خیال آنے پر پوچھا۔

"تمہارے شوہر کہاں ہیں؟"

"پتا نہیں' یہاں نہیں ہیں تو لندن میں ہوں گے۔"

اس نے کندھے اچکا کر کہا تو میں کچھ بے دھیانی میں اسے دیکھے گئی۔ بہت بدلی ہوئی لگ رہی تھی وہ۔ پہلی بار جب آئی تھی تو بچوں کے لیے پریشان اور اب جیسے اسے پروا ہی نہیں تھی۔ شاید وکیل نے اسے یقین دلایا تھا کہ بچے اسے مل جائیں گے جب ہی مطمئن لگ رہی تھی یا ہو سکتا ہے کوئی اور بات ہو۔ میں نے بہرحال زیادہ نہیں کریدا تھا۔

اگلے روز مجھے لائبریری میں کافی دیر ہو گئی مزید پوائنٹ بھی مس ہوا تو مجھے بہت دور تک پیدل چلنا پڑا اور ابھی اسٹاپ تک نہیں پہنچی تھی کہ ایک گاڑی میرے بالکل قریب آن رکی میں نے دو قدم پیچھے ہٹ کر دیکھا تو شیرازی دروازہ کھول کر بولے۔

"بیٹھ جائیں۔"

"شکریہ' میری وین آ رہی ہے۔" میں کہہ کر آگے بڑھنے لگی کہ وہ فوراً اتر کر میرے سامنے آ گئے۔

"خود بیٹھیں گی یا میں بٹھاؤں۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" میں بظاہر غصے سے بولی۔

"مطلب بھی سمجھا دوں گا چلیں بیٹھیں۔" انہوں نے میرا بازو تھام کر مجھے گاڑی میں دھکیلا' پھر ڈرائیونگ سنبھالتے ہی اسپیڈ سے گاڑی بھگا دی۔

"یہ بہت غلط حرکت ہے۔ آخر آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔؟"

میں کسی طرح اپنا ڈر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی' جب ہی تیز لہجے میں بولی لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سختی سے ہونٹ بھینچے بیٹھے رہے جانے کیوں خود پر جبر کر رہے تھے۔ میں سمجھ گئی میرے چیخنے چلانے کا بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہو گا جب ہی رخ موڑ کر خود کو کسی بھی غیر متوقع صورت حال سے نمٹنے کے لیے تیار کرنے لگی اور جب انہوں نے گاڑی اپنے گیٹ سے اندر لے جا کر روکی تب میں نے چونک کر پوچھا۔

"حارث اور گڑیا تو ٹھیک ہیں نا؟"

انہوں نے جواب دینے کی بجائے ہاتھ بڑھا کر میری طرف کا دروازہ کھول دیا تو میں جلدی سے اتر کر تیز قدموں سے چلنے لگی' راہداری تک آتے آتے وہ میرے قریب آ گئے تھے۔ پھر لاؤنج میں آ کر سیدھا اوپر چلنے کا اشارہ کر دیا اور میں مجبوراً ان کے اشاروں پر چلتی رہی۔ جب ایک کمرے میں داخل ہو کر انہوں نے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا تب میں چیخ پڑی۔

"کیوں لائے ہیں آپ مجھے یہاں؟"

"کیا تعلق ہے آپ کا اس گھر اور بچوں سے؟" انہوں نے مجھے نظروں کی گرفت میں لے کر چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا تو میں ناراضی سے بولی۔

"کوئی نہیں۔"

"پھر کیوں اکساتی ہیں آپ حارث کو؟"

"میں' مجھے کیا ضرورت ہے۔" میں نظریں چرا کر بولی۔

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کیا ضرورت ہے آپ کو کیوں معصوم بچے کے ساتھ ظلم کر رہی ہیں۔"

"میں کر رہی ہوں ظلم یا آپ لوگ' معصوم بچوں کو تنہا چھوڑ دیا انہیں ماں سے محروم کر کے باپ خود کہاں چلے گئے۔ کیا انہیں احساس نہیں ہے کہ بچے۔۔۔"

"بس۔" انہوں نے ہاتھ اٹھا کر مجھے بولنے سے روک دیا' پھر اسی ہاتھ کی انگلیاں پیشانی پر رکھ کر وہ کتنی دیر اسی طرح کھڑے رہے غالباً" خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہے تھے۔

اور میں اپنے آپ میں عجیب سا محسوس کرنے لگی۔ چند لمحے انہیں دیکھا پھر بڑھ کر پہلے پنکھے کا بٹن آن کیا اس کے بعد انہیں مخاطب کیے بغیر بولی۔

"آئی ایم سوری' مجھے واقعی آپ کے گھریلو معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں تھا' اب تک میں نے جو کیا اپنی دوست نشی کی خاطر' لیکن بچوں کی بہتری بھی نظر انداز نہیں کی۔ بچوں کو جو محبت اور توجہ ان کی اپنی ماں دے سکتی ہے وہ کوئی دوسری عورت نہیں دے سکتی۔ اسی لیے میں نے حارث کو اکسانا شروع کیا کہ شاید اس کے کہنے پر ہی آپ دونوں بچوں کو نشی کے پاس لے جائیں۔"

"میں ابھی لے چلنے کو تیار ہوں لیکن اس کی کیا گارنٹی ہے کہ نشی بچوں کو محبت اور توجہ دے گی۔" انہوں نے ایک دم میری طرف پلٹ کر کہا تو میں زور دے کر بولی۔

"وہ ماں ہے۔"

"ہونہہ ماں!" انہوں نے نخوت سے سر جھٹکا "اس نے صرف بچے پیدا کیے ہیں ان کی ماں نہیں بنی۔ اگر اس میں ذرا سی بھی ممتا ہوتی تو کبھی انہیں چھوڑ کر نہ جاتی۔"

"وہ چھوڑ کر گئی تھی یا۔" میں اسی قدر بولی تھی کہ انہوں نے ٹوک دیا۔

"ایک منٹ یہ بتائیں آپ نشی کو کب سے جانتی ہیں؟"

"بچپن سے۔"

"بچپن سے حیرت ہے پھر بھی آپ اسے نہیں پہچانتیں یا پھر جان بوجھ کر اس کے ساتھ مل کر اس گھر کو مکمل طور پر تباہ کر دینا چاہتی ہیں۔" انہوں نے حیرت کے اظہار کے ساتھ تاسف سے کہا تو میں ناگواری سے بولی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"آپ اچھی طرح جانتی ہیں۔" ان کے طنز آمیز لہجے پر میں چیخ کر بولی۔

"میں صرف وہ جانتی ہوں جو مجھ سے نشی نے کہا کہ اس کا شوہر شکی مزاج ظالم شخص ہے اور اس کے ظلم کی انتہا صاف نظر آ رہی ہے کہ اس نے بچے چھین کر نشی کو گھر سے نکال دیا تھا۔ وہ بے چاری بچوں کی صورت دیکھنے کو تڑپ رہی ہے۔ بچے الگ پریشان ہیں۔ لیکن آپ کو کیا۔ آپ کون سا ان کے باپ ہیں جو۔۔۔"

میں ایک دم خاموش ہو گئی۔ کیونکہ وہ بہت تیزی سے وارڈ روب کی طرف بڑھے تھے اور اسے کھول کر ایک بڑا سا لفافہ نکالا پھر میرے قریب آ کے لفافہ پھاڑتے ہوئے بولے۔

"میرا بھائی شکی مزاج تھا نہ ظالم نہ اس نے نشی کو نہیں نکالا تھا' نشی خود اسے اور بچوں کو چھوڑ گئی تھی۔ کیونکہ وہ ایک مرد کے ساتھ رہنے والی عورت نہیں ہے یہ دیکھو۔"

انہوں نے لفافے میں سے تصویریں نکال کر میرے ہاتھ میں تھمادیں جنہیں دیکھتے ہوئے حقیقتاً" میں پانی پانی ہو گئی اور اس شخص کے سامنے دوبارہ سر اٹھانے کے قابل بھی نہیں رہی تھی۔

"اس عورت نے تباہ کر دیا ہمارے گھر کو۔" وہ تنفر سے گویا ہوئے۔

"کوئی کمی نہیں تھی آصف بھائی میں' جس قدر وجیہہ و شکیل تھے اسی قدر انسان دوست اور محبت کرنے والے۔ نشی پر تو جان چھڑکتے تھے۔ شادی کے فوراً" بعد ہنی مون کے لیے باہر لے گئے اسے اور بس وہیں سے ان کی بدقسمتی کا آغاز ہو گیا تھا۔

نشی کی خواہش پر انہوں نے لندن میں سکونت اختیار کر لی۔ اس لیے ممی ڈیڈی کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ کیونکہ ڈیڈی کا بزنس وہاں تک پھیلا ہوا تھا۔ بہرحال بمشکل ایک سال ہی آصف بھائی خوش رہے ہوں گے۔ اس کے بعد نشی نے اپنا اصل رنگ دکھانا شروع کر دیا ان تصویروں میں بتاؤ کہیں سے بھی وہ مشرقی عورت لگ رہی ہے۔ اس نے صرف لباس ہی نہیں اپنی اقدار کی بھی دھجیاں اڑا دی تھیں۔ تب بھی آصف بھائی نے اس پر سختی نہیں کی بلکہ محبت سے سمجھانے کی کوشش کرتے رہے پھر ان کا خیال تھا کہ بچے ہو جائیں گے تو وہ خود ہی سنبھل جائے گی اور وہ سنبھلتی تو کیا گڑیا کی پیدائش کے فوراً" بعد طلاق کا مطالبہ کرنے لگی۔

اس وقت تک آصف بھائی نے ہم میں سے کسی کو نہیں بتایا تھا کہ ان کی گھریلو زندگی کتنی ڈسٹرب ہے اور شاید کبھی نہ بتاتے کیونکہ انہیں اپنی محبت کی رسوائی گوارا نہیں تھی۔ وہ تو ایک دن میں اچانک چلا گیا تھا۔ رات کے تیسرے پہر جب میں آصف بھائی کے گھر پہنچا تو وہ گڑیا کو کندھے سے لگائے ٹہل رہے تھے۔ میں نے نشی کا پوچھا تو بوکھلا گئے اور پھر اسی وقت میں نے نشی کو باہر سے آتے دیکھا تھا۔ غیر مرد کی بانہوں میں جھومتی ہوئی وہ ہوش میں نہیں تھی۔ بے چارے آصف بھائی مجھ سے نظریں چرا کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔"

وہ خاموش ہو کر غالباً" اسی وقت کو سوچنے لگے تھے اور میں چپ چاپ کھڑی تھی۔ کتنی دیر بعد وہ پھر گویا ہوئے۔

"آصف بھائی اس کا بھرم رکھنا چاہتے تھے' لیکن وہ بہت بدلحاظ ہو گئی تھی۔ اگلے دن ہی چیخ چیخ کر مجھ سے کہنے لگی کہ میں تمہارے بھائی کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی اس سے کہو مجھے طلاق دے دے ورنہ میں کورٹ سے رجوع کروں گی۔

میں نے اسے بہت سمجھایا بچوں کا احساس دلانے

آج بھی انگلش نمبر 1
کامیابیوں کے مدارج حاصل کرنے پر ہم اللہ تعالیٰ کے بعد
انگلش ٹوتھ پیسٹ کے تمام صارفین کے بے حد مشکور ہیں
جن کی بدولت انگلش ٹوتھ پیسٹ بلاشبہ پاکستان
کا نمبر 1 ٹوتھ پیسٹ ہے۔
English
FLUORIDE
TOOTH PASTE
انگلش ایک بار پھر
جیت گیا انگلش ہار گئی مہنگائی